



۱. با تمام غلام معین ایڈیٹر سنٹر پبلشر میڈیٹو سندھ سرس، سندھ گودھ سے چھب اکھوہ۔ پنجاب سرشا گودھ۔

## مقالات

## مسلمانوں کا ماضی اور حال اور ان کے امراض علاج

## سید جمال الدین افغانی کے ایک مقالے کا ترجمہ

(مترجمہ مولانا حافظ محمد عبدالقدوس ضاقتاسی فاضل دہلوی و مولوی فاضل دہلوی فاضل حدیث مدرسہ اسلامیہ شرقیہ اتر)

"العروة الوثقی" کے مقالات کے ذریعے سے آپ نے مشرق و مغرب کو بیدار کر دیا تھا۔ اور اس کے تیز و تند مضامین سے ایک پھل بیج گئی تھی۔

ہمارے محترم دوست مولانا عبدالقدوس صاحب ضاقتاسی نے "العروة الوثقی" کے مقالات کا اردو میں ترجمہ کر کے اردو دان طبقہ پر ایک احسان عظیم فرمایا ہے۔ جس کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے بہم بعد تشکر و امتنان مولانا موصوف کا یہ ترجمہ کردہ مقالہ شمس الاسلام میں شائع کرتے ہیں۔ امید ہے کہ ہمارے قارئین کرام غور و خوض کے ساتھ اس کا مطالعہ فرما کر مرحوم جمال الدین افغانی کے زاویہ نگاہ اور خیالات و نظریات کو سمجھنے کی کوشش فرمائیں گے۔ اور صحیح مطلب سمجھنے کے بعد اس کے مطابق عمل کے لئے آمادہ ہو جائیں گے۔

(ادارہ شمس الاسلام)

کیا آپ نے اس قوم کا حال سنا ہے جو پہلے کسی شمار و قطار ہی میں نہ تھی۔ اور اتفاقاً عدم کے پردے اور تاریکی اس کی فضا سے چھٹ گئیں۔ اس کے پرانے افراد میں جوش پیدا ہوا۔ اور انہوں نے متفقہ طور پر غیرت سے کام لے کر اپنی قومی عمارت کی ایسی تعمیر کی جس کے نقشہ

سید جمال الدین افغانی کی شخصیت کسی خاص تعارف و تعریف کی محتاج نہیں۔ آپ انیسویں صدی عیسوی کے اواخر کے اعظم رجال اور اتحاد عالم اسلامی کے داعیوں میں سے ایک ممتاز فرد و رہبر بین الاقوامی شہرت کے مالک تھے۔ آپ نے اتحاد و اصلاح مسلمانوں کے لئے اپنی زندگی کو وقف کیا تھا۔ اور مختلف اسلامی ممالک میں اس مقصد کے حصول کے لئے پھرتے رہے۔ اور اسی سلسلہ میں ایک آزاد نشر گاہ "اپنے عزائم و خیالات کے نشر و اشاعت کی غرض سے آپ نے یورپ کا سفر اختیار کر کے پیرس میں قیام کیا۔ اور مشرق کے نام پیغامات پہنچانے اور اپنے نظریات سے مسلمانان عالم کو آگاہ کرنے کے لئے آپ نے اپنے رفیق خاص اور مخلص شاگرد شیخ محمد عبدہ اور سعد زانلول پاشا کی معیت میں ایک ہفتہ

جریدہ کے اجرا کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ ہفتہ وار عربی جریدہ "العروة الوثقی" جاری کیا گیا۔ سب سے پہلا پرچہ ۱۳ مارچ ۱۸۹۷ء میں نکلا۔ اس جریدہ کی بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اس کی کوئی قیمت وصول نہیں کی جاتی تھی۔ اور بلا قیمت ہر شخص تک اس پیغام کے پہنچانے کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ اس کے کل اٹھارہ پہلے نکل سکے اور پھر یہ پرچہ بند ہو گیا۔

کی ترتیب بہت دلچسپا۔ دیواریں بہت محکم اور بنیادیں  
 بے اندازہ مضبوط تھیں۔ بہادری و شجاعت کی خادہ اور فیصل  
 اس کے گرد کھینچی گئی تھی۔ نڈر سورماؤں کی ہمتیں اس کے  
 چاروں طرف حصار کا کام دے رہی تھیں۔ حوادث کے  
 بھبھوکے اور آندھیاں اس قومی عمارت کے میدان میں  
 پہنچ کر بے سکون چلنے لگتی تھیں۔ وہاں کے مردار و پتلا لہ  
 اپنے ناخپائے تدبیر سے مشکلات کے عقد سے حل کیا کرتے  
 تھے۔ وہاں شجر عزت کی جڑیں مضبوط تھیں اور شاخیں  
 پھلی پھولی ہوئی تھیں۔ اور اس قوم کی عزت و شوکت کی  
 اہاک دو دروند و یک ہر طرف کے لوگوں میں بڑی دھوم  
 سے بٹھی ہوئی تھی۔ اس کی شوکت کا نفوذ اکلہ کی بلندی اور  
 طاقت کا کمالی پہاں تک بڑھ گیا تھا۔ کہ اس کے آداب  
 اور طریقے باقی قوموں کے آداب پر برتری و برتری میں  
 ضرب المثل بن گئے۔

..... چنانچہ اس کے سوا باقی تمام قوموں کے شاعر  
 و جو اس کو یہ محبوس ہونے لگا تھا۔ کہ ان کے طریقے پر چلنے  
 اور ان کے قانون و شریعت کے جام سے شراب ظہور  
 پئے بغیر سعادت کی تحصیل نامکن ہے۔ اپنی قبیل تھاد کے  
 باوجود اس قوم کا میدان عمل اتنا وسیع اور صاف ملک  
 ہیں پھیلا ہوا تھا۔ کہ وہ سارے عالم کے لئے روح تدبر  
 اور عالم اس کا مصروف عمل بدن معلوم ہونے لگا تھا۔  
 اس پوری ترقی کے بعد اس قومی عمارت کی بنیاد  
 کمزور ہو گئی۔ اس کی تنظیمی قوت کا رشتہ ٹوٹ گیا اور  
 اس کے پردے ہوئے موتیوں جیسے افراد ایک دوسرے  
 سے جدا ہو کر بکھر گئے۔ ان کے اغراض و تفرق انتشار سے  
 ان کا باہمی اختلاف بڑھ گیا۔ ان کا بندھا ہوا خیرانہ بکھر  
 گیا۔ ان کی مجتمع قوتیں پرانہ ہو گئیں۔ ان کے باہمی اتحاد

کی رسیاں ڈھیلی پڑ گئیں۔ ان کے اتحاد و توافق کے  
 علاقے ایک دوسرے سے منقطع ہو گئے۔ اور ان میں سے  
 ایک فرد کے عزائم اور امداد سے قومی زندگی کی حفاظت کرنے  
 والے اسباب سے پھر کر اپنی مخصوص شخصیت اور  
 انفرادی وجود کے محدود دائرے کو برقرار رکھنے میں  
 مصروف ہونے لگے۔ اس کی نظریں بہنائے عالم کی سیر  
 میں مشغول ہیں۔ مگر اس کو ان مناظر میں قوم کی کلی و بڑی  
 حقوق کی ایک جھلک بھی دکھائی نہیں دیتی۔ اور تو کیا وہ  
 اتنا جاننے سے بھی غافل ہے کہ اس کی اپنی ضرورتیں  
 بھی انہیں لوگوں کے ہاتھوں پوری ہو سکیں گی۔ جو قومیت  
 اور رسم و آئین میں اس کے ساتھ اشتراک رکھتے ہیں۔ اور  
 اس لئے وہ اپنے بازوؤں کو قوت دینے سے زیادہ ان  
 کے دست و بازو کو مضبوط بنانے کا محتاج ہے۔ اور اس  
 کو اپنے رزق بڑھانے سے زیادہ ان کے احوال و دولت  
 میں کثرت و توقیر پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اس غفلت  
 کی وجہ سے وہ چوبیس گھنٹہ ایک قبسم کی نیم خوابی میں گزار  
 رہا ہے۔ جو اس کے تخیل کی آنکھ کو بیامی دکھائے دے  
 رہی ہے۔ اور اس کو ایک طرح کی لاعزلی لاجت ہے۔ جس کو  
 وہ دھوکے میں بڑ کر جسم کی نکھار اور جو بن سمجھ رہا ہے۔  
 قنوط و یاس نے ان مدہوشوں کی امیدوں پر پانی پھیر کر  
 انہیں ختم کر دیا ہے۔ اور ان میں کھلیا قسم کی قناعت اور  
 ذلت و خواری پر رضامندی پیدا ہو گئی۔ اب اگر کسی ایک کے  
 خیال میں حق کی ایک جھلک پیدا ہو بھی جاتی ہے۔ یا اس کے  
 دل کی اندرونی آواز اس کو ایسے اسباب کے اختیار کرنے  
 پر ابھار بھی دیتی ہے۔ جس سے قوم شرف و رفعت کو حاصل بھی  
 کر سکے۔ اور کھوئے ہوئے وقار کو دوبارہ لا سکیں۔ تو  
 وہ خود ہی سمجھ نہ لگتا ہے کہ شاید میرے دماغی منفعہ یا جہانی

کمزوری کی وجہ سے میرے دماغ میں ایسے ایسے ہوس پیدا ہوتے اور میرے دل و دماغ سے ایسے ایسے ہذیان آمیز جذبات اُٹھتے ہیں۔ اور اگر کبھی اپنے خیالات پر اس نے صحت کا یقین بھی کر لیا۔ تو پھر اس کو یہ خدشات لاحق ہو گئے کہ حق کی پیکار پر لبیک کہنے کے بعد مجھے مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ بلاکت کے مواقع دیکھتے پڑیں گے۔ اور میری زندگی کے اس انقلاب سے میری نعمت کے زوال اور میری عیشت کی کمزورت کے اسباب قریب سے قریب تر ہو جائیں گے۔ ان تصورات نے اس کے لئے بزدلی کی محکم زنجیریں اور نامرادی کی مضبوط بیڑیاں تیار کیں۔ اس کے ہاتھ مصروف عمل ہونے سے اور اس کے قدم جدوجہد کرنے سے رک گئے۔ اس کے بعد وہ اپنے آپ کو اپنے خیر و صلاح کے ہر عمل سے بہت ہی عاجز سمجھنے لگا۔ اپنے اسلاف کے کارناموں کی حقیقت سمجھنا اس کے لئے بہت ہی مشکل ہو گیا۔ اس کے ان پیشروؤں نے جن جن مغائر و فضائل اور علاقات و ممالک کو حاصل کیا تھا۔ اور اپنے اخلاقیات کے سپرد کر کے انہیں متولی اور اپنا جانشین بنایا تھا۔ ان کی نظر اور آواز ان کی ذمہ داریوں کو سنبھالنے تو کیا سمجھنے سے بھی قاصر ہی۔ یہ مرض اس قوم میں اس مرحلہ تک پہنچ گیا۔ جس کے بعد وہ بستر مرگ پر لیٹے لیٹے موت کا انتظار کر رہی ہے۔ اور ہر گھڑی کسی نئے درد کا شکار اور اجل سے پہلے پہلے نئے نئے بھوکے جانوروں کا لقمہ رہن بنی ہوئی ہے۔

ہاں میں نے ایسی بہت سی قومیں دیکھیں جو پہلے کبھی نہیں پھر بن گئیں۔ اور باہم ترقی کے بلند مدارج پر چڑھ کر دوبارہ انحطاط پذیر ہوئیں۔ قوت حاصل کر کے دوبارہ کمزور ہوئیں۔ عزت کا تاج سر پر رکھ کر پھر قہر و مذلت

میں گر پڑیں۔ صحت و تندرستی کی دولت پاکو دوبارہ پیار پڑ گئیں لیکن کیا دنیا میں کوئی مرض ایسا ہے جو لا علاج ہو! کبھی نہیں۔

مگر ہائے افسوس! کتنا پیچیدہ ہے یہ مرض! کتنی کیا ہے اس کی دوا! اور کتنے کم ہیں علاج کے طریقوں کو جاننے والے! یہ متفقہ آواز جو تقسیم ہو کر مختلف اور متعدد بانسریوں میں بٹ گئی ہے۔ دوبارہ کس طرح مجتمع بنائی جاسکے گی۔ اب تو ہر ایک شخص کی زبان سے نفسی نفسی کا شور اُٹھ رہا ہے۔ اور اسی نے تو اس آواز کو تقسیم بھی کر دیا ہے۔ خدا کی پناہ! اگر وہ نفسی نفسی کی حقیقت کو سمجھنا وہ اپنے معاملہ کے خیر و صلاح کا واقعی خواہاں ہوتا تو وہ اپنے بھائی سے کبھی جدا نہ ہوتا۔ کیونکہ اس کا بھائی تو اس کے اعضا میں سے ایک عضو ہے۔ جس کا رابطہ اس کے ساتھ قوی اور اتصال بہت شدید ہے۔ ہاں وہ غلط فہمی سے دوسروں کے مقاصد کو اپنے مقاصد سمجھ کر ان کو کامیاب بنانے میں سرگرمی سے مشغول ہے!

ہر حیوان میں مادہ غذا کے ذریعہ جہاز زندگی کو کامیابی کے ساتھ چلانے کا فطری جذبہ موجود ہے۔ اور یہ ہو سکتا ہے کہ ہماری قوم کے ہر فرد کو بھی اس جذبہ کا احساس ہونے ہونے لگا ہو۔ مگر یہ پتہ کسی کو بھی نہیں کہ یہ مادہ کہاں سے حاصل کیا جائے گا۔ اور کس طرح اس کو حریفوں کی دستبرد سے محفوظ رکھا جائے گا۔ مگر مردہ ہمتوں کو دوبارہ کس طرح زندہ کیا جاسکتا ہے۔ جبکہ ان کی مردنی آئی ہی اس وجہ سے ہے کہ وہ لمبے اور طویل عرصہ تک کے لئے اپنے معالی و مدارج کو بھلا کر بہت اعمال میں آراہم جان محسوس کرنے لگے۔ کیا جھٹکتے ہوئے حیران و پریشان مسافر کو اس وقت سیدھی راہ لگایا جاسکتا ہے۔ جب وہ کونکلی

قوم نے اپنی زندگی آج تک بسر کی  
تخصی امراض کی حالت یہ ہے کہ کوئی طبیب کسی مخصوص  
مرض کا علاج اس وقت تک نہیں کر سکتا جب تک اس کی  
زندگی کی روئداد اس کے سامنے نہ ہو کیونکہ مرض کی حقیقت  
صرف اسی طریقے سے اس کی نظروں کے سامنے آ سکتی ہے  
بہت سے امراض ایسے ہوتے ہیں جن کے جراثیم تو عمر کی  
کسی ابتدائی منزل میں جسم میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ پھر اس  
کے بعد جب تک مرض کے مواد پر طبیعت کا قبضہ ہوتا ہے۔  
اس وقت تک وہ جراثیم اپنا اثر نہیں دکھا سکتے مگر عمر کی  
کسی دوسری منزل میں پہنچ کر مرض کے مواد طبیعت پر  
غالب آ جاتے ہیں۔ اور مرض اپنی اصل شکل میں ظاہر  
ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں طبیب کے لئے مریض کی  
سابقہ زندگی کا معلوم کرنا ضروری ہوتا ہے۔

جب کسی ایسے شخص کے مرض کی تشخیص جس کی عمر کے  
سال انگلیوں پر گنے جاسکتے ہوں۔ اور جس کی زندگی کے  
احوال و عوارض بہت ہی محدود ہوں مابہرطبیب کے لئے  
دشواری ہے تو ایسی قوم کا علاج بہت ہی مشکل ہوگا جس کی  
میعاد زندگی بہت طویل اور تعداد افراد بہت کثیر ہے اسی  
لئے مدتوں کے بعد شاذ و نادر ہی ایسے لوگ دنیا میں پیدا  
ہوتے ہیں جو کسی قوم کو زندہ کرنے یا اس کے شرف و زندگی  
کو واپس حاصل کرنے کا کارِ عظیم سرانجام دے پاتے ہیں۔  
ہاں ویسے نقلی لیڈر دنیا میں بے شمار ہوتے ہیں جو کچھ نہ  
کر سکنے کے باوجود ان کی ریس کرتے رہتے ہیں۔ جس طرح  
امراض بدنیہ میں انارڈی یا کم تجربہ کار طبیعوں کا علاج  
مرض کو گھٹاتا نہیں بلکہ آٹا بڑھاتا ہے اور بااوقات  
مریض کو بہتر مرگ پر لٹا دیتا ہے اسی طرح جو لوگ قوم کے  
حالات اس کے مرض کے اسباب اور بیماری کے انواع و

بجائے ترکستان کی راہ جا رہا ہو۔ اپنے مقصد کی طرف  
بالکل پشت کر چکا ہو۔ اور پھر بھی اپنے ہی راستہ پر چلنا  
مقصود مراد کا واحد ذریعہ سمجھتا ہو۔ اور ہر قدم اٹھانے  
کے بعد اپنے آپ کو نیل سعادت کی طرف قریب سے قریب  
ترجیال کرتا ہو۔ خواب خرگوش میں پڑے ہوئے خوش  
آئند خیالی مناظر اور خوابوں کی دنیا میں زندگی بسر کرنے  
والے کو اس وقت کیسے جگایا جاسکتا ہے جب اس کے کان  
بہرے ہوں۔ اور بدن کا ہر ایک عضو سن ہو چکا ہو۔ جس قوم  
کے اطراف دور دور تک پھیلے ہوئے ہوں۔ جس کے  
کنارے اور جوانب ایک دوسرے سے کافی فاصلے پر ہوں  
اور جس کے عادات و خصائل آپس میں کافی اختلاف و  
تباہی رکھتے ہوں۔ ایسی عظیم الشان قوم کے متفرق و  
منتشر افراد کے دلوں کو بلا دینے کے لئے صورائیرافیل  
کہیں سے بل جائے گا؟ اور ان کے متفرق مقاصد اور  
باہم مخالف آراء میں یک جہتی و اتحاد پیدا کرنے کے لئے  
کوئی بھی دماغ کا نہ ہو سکے گا؟ خصوصاً جبکہ جہل کے  
گھٹا ٹوپ بادل چھائے ہوئے ہوں۔ دلوں پر عقلیت کے  
پرودوں نے قبضہ کر لیا ہو۔ اور عقول و اذہان کو ہر قریب  
کی شے دور نظر آ رہی ہو۔ اور ہر سہل کام میں مشکلات کا  
انمازہ دکاتے ہوں۔ بخدا یہ ایک بہت ہی مشکل مرض ہے۔  
جس کے علاج سے تجربہ کار طبیب عاجز ہے۔ اور جس کے  
بارے میں صاحب بصیرت و دانشور حیران ہے۔

علاج کی تعیین اسی وقت ممکن ہو سکے گی۔ جب  
اصل مرض اس کے ابتدائی اسباب اور بعد کے عوارض  
کا صحیح پتہ چل سکے۔ اور قومی مرض کے علل و اسباب معلوم  
کر کے ان حالات و اطوار کا گہرا مطالعہ کیا جائے جو بدل  
بدل کر قوم کو پیش آتے رہے۔ اور جن کے تغیرات میں

اقام قوم کو پیش آنے والے عادات . . .  
 مذاہب و اعتقادات ان پر آئی والے  
 پے درپے حوادث، ان کے مساکن کے جغرافیائی حالات  
 ان کی بلندی و عروج کا ابتدائی مقام، ان کی پستی و  
 تنزل کے موجودہ حالات اور ان دونوں لغظوں کے  
 درمیان ان کے اقبال و ادبار کے مختلف حرکات سے  
 پوری پوری واقفیت حاصل کئے بغیر کسی قوم کی اخلاقی  
 استواری کی ذمہ داری اپنے ہاتھوں میں لیتے ہیں۔ وہ  
 غلطی کرتے ہیں کیونکہ اخلاقی کی اصلاح ان اشیاء کی حقیقت  
 پر مطلع ہونے کے بغیر ناممکن ہے۔ اور کسی ایک حقیقت کو  
 غلط سمجھنے کی وجہ سے علاج اٹا مرض کو بڑھانے اور  
 ہستی کو فنا کرنے کا موجب بن سکتا ہے  
 جس شخص کو کمال انسانی میں سے کچھ حصہ ملا ہو۔ اور  
 اس کے دل میں ابہام الہی کو قبول کرنے کی صلاحیت بھی  
 باقی ہو۔ وہ قوموں کی تربیت اور ان کے بگڑے ہوئے  
 حالات کی اصلاح کی ذمہ داری کو اس وقت تک ہاتھ  
 میں نہیں لے گا۔ جب تک اس کو اپنی ذات کے بارے میں  
 اس امر کا اطمینان حاصل نہ ہوا ہو کہ وہ اس عظیم الشان  
 فرض کو سرانجام دینے میں ہر قسم کی علمی اور عملی کوتاہیوں  
 سے مکمل طور پر مبرا ہے۔ اس قسم کا غیر ذمہ دارانہ اقدام  
 صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو غلط تعلیم کے ذریعہ ان  
 اعمال و اشتغال کے سائے میں راحت طلب کرتے  
 ہیں جن کے حقوق ادا کرنے کی اہلیت سے وہ یکسر خالی ہیں  
 اس زمانے میں بعض لوگ اس زعم میں مبتلا ہیں کہ قومی  
 امراض کا علاج اخبارات و رسائل کی اشاعت سے کیا  
 جاسکتا ہے۔ اور وہ صحافت کو ہی قوموں کے عروج دینے  
 ان کے اذکار کو بیدار کرنے اور ان کے اخلاق کو استوار

کرنے کی متکفل اور ضامن سمجھتے ہیں۔ پہلے تو یہی فرض  
 کرنا مشکل ہے کہ تمام جوائید نگار اور مدیران صحافت کا  
 مقصد نگارش خود غرضی سے بالکل خالی اور صرف  
 فلاح امت ہی ہوتا ہے۔ اور یہ فرض بھی کر لیا جائے تو موجودہ  
 وقت میں جبکہ غفلت و لاپرواہی کا دورہ دورہ ہے۔  
 عقول و افکار، دہشت و تیر کے بے پناہ جنگل میں پھنسے  
 ہوئے ہیں۔ اور پڑھنے لکھنے والوں کی تعداد انگلیوں  
 پر گنی جاسکتی ہے۔ جوائید کو پڑھنے والا کہاں ملتا ہے پڑھنے  
 والا بل بھی جاتا ہے تو سمجھنے والے کا وجود غنقا ہے۔  
 سمجھنے والوں کا یہ حال ہے کہ یا تو ان کے تصورات کی  
 دنیا بہت محدود ہوتی ہے یا وہ خود اپنے افکار و آراء  
 کے نئے عالم میں رہتا ہے۔ اور لکھنے والے کے مقصد کو  
 ایک طرف چھوڑ کر اس کے الفاظ کو اپنے قائم کردہ  
 خیال کا تابع اور موید بنانے کی کوشش میں مصروف  
 رہتا ہے۔ اسی طرح جوائید و اخبار ایسے اثرات کی بجائے  
 اور برعکس بن چکے کہ لیتے ہیں۔ اور طبیعت سے موافقت نہ  
 کرنے والی غذا کی طرح ضرر اور چند در چند طریقوں  
 نقصانات بڑھا لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ جب افراد قوم  
 کی مہینیں تنزل کے گڑھے میں گرتی جلی جا رہی ہوں۔ تو  
 ان کو اخبار کے فوائد سمجھانا اور اخبار کے مندرجات پر  
 واقف ہونے کی طرف ان کی مہمتیں پیدا کرنا اس  
 قصیر ہمت اور اس کثیرالاذحام حوادث کے ماحول میں  
 کس کے بس کا روگ ہے۔ تمہارے حقوق کی قسم !  
 یہ کام سرانجام دینا مشکل اور بہت ہی نادر ہے۔

ایک دوسری قوم کا گمان ہے کہ زمین کے فراخ سے  
 فراخ تر اطراف میں پھیلی ہوئی قوم اغراض و مقاصد  
 کے اختلافات میں اُچھے پڑے رہنے، اپنے رتبے سے

اور ہستی کی حالت میں تسلط و قنوت ناپید ہوتے ہیں۔ اور اگر یہ دونوں چیزیں کسی قوم کے قبضہ میں آجائیں تو پھر اس کو کمزور و تنہا کرنا خرد مندی سے دور ہے بلکہ ہے کہ مدارس کے حق میں رائے دینے والے یہ تجویز پیش کریں کہ ہم پیہم کوشش و استقلال کے ذریعہ تدریجاً اس مقصد اعلیٰ تک پہنچنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ یہ تجویز غلط نہیں مگر جن قوی قوموں کا مقابلہ ہیں کرنا پڑا ہے وہ اپنے لالچ کے جوش میں پوری قوت اور زور سے کمزور قوم کے لئے ترقی کے راستوں کو مسدود کرنے پر متلی ہوئی ہیں اور کسی طرح بھی اس کی مدد ادا نہیں کر سکتے۔ تک بھی اقتدار کی خوشگوار ہوا کے چند جھونکے پہنچ سکیں ایسی حالت میں ان حوصلہ فرساد مسائل کی کامیابی کے لئے وقت کب ہاتھ آسکے گا۔

فرض کر لو زمانہ نے صلح و آشتی کا ہاتھ بڑھا کر قوم کو اتنی جلت عطا کر دی جس میں وہ ان علوم کو اپنے چند افراد میں بھیل سکے اور آہستہ آہستہ ان کو پڑھانے پھر بھی کیا یہ تدریجی رفتار قوم کو حقیقی فائدہ دے سکے گی اور کیا ان چند افراد کے حاصل کردہ علوم ان کو اپنے مناسب کمالات کے لئے تیار کر سکیں گے۔ اور کیا ان علوم کے ذریعہ وہ اپنے باقی ماندہ مل بھائیوں کو راہ راست کی رہنمائی کر سکیں گے؟ واہ؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے ابھی تو قوم ان اجنبی علوم کی مابیت کی دریافت سے بالکل دودھ ہے۔ ابھی تو اس کو یہ پتہ نہیں کہ ان علوم کے بیچ کس طرح پورے گئے۔ کس طرح یہ پورے آگئے۔ کیسے ہریالے ہوئے۔ کس طرح ان کی فصل پک گئی۔ اور پھر کیسے انہوں نے پھل دیا۔ ان کو پانی کہاں سے دیا گیا۔ کس مٹی سے ان کو غذا دی گئی۔ قوم کو یہ بھی پتہ نہیں کہ

غیر محصور درجات کے نیچے کے مرتبہ کی طرف مائل ہونے ذلیل ترین زندگی پر مضامند ہونے اور ایک ایسی جماعت کے ساتھ جو نہ صرف یہ کہ جسٹ مسلک میں ان کے خلاف ہے بلکہ کسی زمانے میں ان کی سیادت کا تابع فرمان اور ان کے احکام کے سامنے سر بسجود بھی رہ چکا ہے وہ رابطہ پیدا کر کے ان سے عزت کے طلبگار ہونے کے باوجود بھی ان ہلک اراض سے کلی طور پر شفا یاب ہو سکتی ہے۔ اور وہ اس طرح کہ یکدم ہر طرف اور ہر ملک میں پائمری مدارس قائم کر لئے جائیں۔ اور یہ مدارس یورپ کی طرز جدید پر ہوں تاکہ علوم و معارف تھوڑے سے زمانے میں سب افراد میں عام ہو جائیں۔ اور جب یہ معارف عام ہو جائیں گے تو اخلاق بھی مکمل ہو جائیں گے قومی آواز بھی ایک ہو جائے گی۔ اور قوم کی فطرت بھی ایک مرکز پر جمع ہو جائیں گی۔ کتنا ہی دور انداز خیال ہے۔ اتنا بڑا کام کسی ہیئت حاکمہ کی ذریعہ سرانجام دیا جا سکتا ہے۔ جو اپنے قوی اور مضبوط سر بنچہ اقتدار سے قوم کو کافی زمانے تک بادل ناخواستہ اس کام کے لئے مجبور کرے۔ پھر جب قوم کو اس اس کی لذت محسوس ہو جائے۔ اور وہ اس کے ثمرات سے متمتع ہو کر اس کی طرف سچی رغبت سے توجہ کرے تو یہی توجہ اس قوت قاہرہ کا قائم مقام ہو کہ اس نیرو برکت کو نافذ کرنے کا کام دے گی جس کا اجراء ہیئت حاکمہ کو منظور تھا اس کے علاوہ ان کثیر التعداد مدارس کے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے بے اندازہ دولت کی ضرورت ہے۔ مگر ہیئت حاکمہ کا تسلط اور وسیع خزانہ کا وجود ہماری بحث کے موضوع سے خارج چیز ہے کیونکہ اس وقت ہم قوم کے ضعف اور ہستی کا علاج سوچ رہے ہیں ضعیف

ان علوم کی ایجاد کے وقت انتہائی مقاصد کیا پیش نظر رکھے گئے تھے، ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ ان پر کون سے ثمرات مرتب ہوئے ہیں اور ہو سکتے ہیں اور اگر قوم کو اس بارے میں کوئی اطلاع پہنچی بھی ہے تو وہ ایک سرسری سی بات تک محدود ہے حقیقت کے انکشافات کچھ اور ہی ہیں۔ ان حالات میں یہ گمان کہنا کہاں تک صحیح ہے کہ ان علوم کا پچند افراد کو یکدم سکھانا اور ان کے اذہان کو جو اس وقت دوسری چیزوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ ان علوم کے خزانوں سے مالا مال کرنا ان کے افکار کو درست اور ان کے اخلاق کو استوار کر کے ان کو اپنے بھائیوں تک فائدہ پہنچانے کے صحیح راستوں کی طرف رہنمائی کرے گا۔

اس کے برعکس ترین قیاس یہی ہے کہ ان علوم کو نقل کرنے والے جب ایک طرف ایسی کمزور قوم سے تعلق رکھتے ہوئے ان کے مالوف و مانوس اہل کام کو قبول کرنے والے اور بچپن سے بعض خیالات کو اذہان میں پختگی سے قائم کئے ہوئے ہوں گے اور دوسری طرف جن قوموں سے انہوں نے یہ نئے علوم حاصل کئے ان کے ہر کام اور طور و طریقے کو عظمت کی نگاہوں سے دیکھتے ہوں گے تو ان کی حالت اپنی قوم میں ایک غیر طبعی غلطی کی طرح ہوگی جو قوم کے نظام طبعی کو اور بگاڑنے کا موجب بنے گی۔ یہی پود جو ایسے علوم کی فضا میں نشوونما پا چکی ہو جن کے چہرے ان کے سینوں سے نہیں اُپلے۔ اگر اپنے ملک و وطن کی سچی خدمت سرانجام دینا بھی چاہے تو بھی ان کے کارنامے کیا ہوں گے۔ وہی کارنامے جو ان کی حالت کا طبعی نتیجہ ہیں۔ یعنی جو علوم انہوں نے سیکھے ہوں گے۔ وہ

اسی طرح دوسروں تک پہنچائیں گے جس طرح ان کے کافوں میں اساتذہ کی زبان پر پڑ گئے ہوں۔ وہ قوم کے خیالات آراء و طبائع و عادات کے ساتھ ان علوم کے تناسب کا کوئی لحاظ نہیں رکھیں گے اور اس کو اپنی اس وضع کے خلاف استعمال کریں گے۔ چونکہ ان کو ان علوم کی اصلیت سے بعد ہوگا۔ اور وہ ان علوم کے حال میں محو ہو کر ان کے ماضی سے غافل اور ان کے مستقبل سے بے خبر ہوں گے۔ اس لئے وہ ان علوم کو اسی حالت میں ہر نفس کے لئے کمال کا واحد ذریعہ اور ہر روح کے لئے زندگی کا تنہا سرچشمہ سمجھیں گے جس حالت میں انہوں نے یہ حاصل کئے ہوں گے۔ اس لئے وہ چھوٹے مسئلے سے وہ نتائج حاصل کر لیں گے چاہیں گے جو بڑوں سے ہی حاصل ہو سکتے ہوں۔ اور بڑوں سے وہ جو چھوٹے سے لئے جاسکتے ہوں۔ ان کو صرف اپنے اذہان کے وہ علوم کی شکلوں سے سروکار ہوگا۔ اور جن لوگوں کے سامنے انہیں پیش کرنے کا خیال ہوگا۔ ان کی استعداد کے بارے میں کبھی یہ نہ سوچیں گے کہ کیا ان کی طبیعتوں پر یہ علوم کوئی قابل تعریف اثر کریں گے یا کہ وہ ان کے موجودہ امراض کو اور بڑھا دیں گے۔ اور یہ ساری خرابیاں اسی لئے پیدا ہوں گی کہ وہ ان علوم کے مالک نہیں بلکہ ناقل ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ اپنی عنایت خداوندی سے کسی کو سمجھنے کی توفیق دے تو وہ ادراکات ہے۔ درنہ عوامان بچوں کی حالت اس شفیق والدہ کی طرح ہوگی کہ جب اس کو کوئی غذا لذیذ معلوم دینے لگے تو جھٹ اپنے وہ دھ پیٹے بچے کو بھی اس لذت میں شریک کرنے کے لئے یہی غذا دینا شروع کر دے۔ جب اس کی سن شیرخوارگی



کی ہو اور وہ غذا ہی قبول نہ کر سکے تو اسے لامحالہ جلد ہی مرض کا نشانہ بن کر ہلاکت کا نشانہ بننا پڑے گا۔ ان نئے تعلیم یافتوں کی مثال قوم میں تخلیلی کرنے والے کیمیاوی آئے کی طرح ہوئی۔ جو بقیہ جماعت کو بھی پریشان اور باقی ماندہ اجتماع کو بھی پرانگندہ کرنے کی خدمت سر انجام دیں گے۔ قوم کے امراض فاسدہ کی زد سے بعض قومی روابط اور تعلقات محفوظ بھی رہ گئے ہوں تو یہ قریب خورہ جماعت قوم کے سامنے وہ مسائل پیش کر دے گی جن کی وجہ سے وہ ان تعلقات و وسائل سے غافل ہو جائیں۔ یہ تو اپنے اخلاص کے خیال میں صرف خیر و نفع کا ہی ارادہ کر چکے ہوں گے۔ مگر وہ اپنے اس طرز عمل سے در اڑوں کو بڑھاتے بڑھاتے دروازوں میں تبدیل کر دیں گے۔ اور کناروں کو وسیع کرتے کرتے بڑے بڑے میدان بنا دیں گے۔ جہاں اجنبیوں کو خیر خواہی اور اصلاح کے نام پر اقدام کا موقع نصیب ہو گا۔ اس طرح وہ اپنی قوم کو بہتی سے نیت و نابود کی طرف لے جائیں گے۔ دشمن المصیر۔

عثمانیوں اور مصریوں نے طرز جدید پر چند مدارس کی تعمیر کی اور اپنے کئی وفود یورپ اس غرض سے بھیجے کہ ان کے پاس ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے پیندے لاد کر پہنچا دیں علوم کے معارف، صنائع کے آداب اور ہر اس چیز کے جس کا نام ان قریب خودوں نے تمدن اور تہذیب رکھا ہے۔ حالانکہ یہ تہذیب ان کی نہیں بلکہ ان ممالک کی ہے جہاں وہ اپنے طبعی نظام اور اجتماع انسانی کی فطری رفتار کے مطابق بنی اور پھلی پھولی ہے۔ مصریوں اور عثمانیوں کو یہ علوم حاصل کئے ہوئے طویل عرصہ گزر چکا ہے۔ کیا انہوں نے اپنے ان

علوم سے کوئی فائدہ اٹھایا؟ اس جدید "جہلیتین" کو قطعاً سے پہلے ان کی جو حالت تھی کیا ان کی موجودہ حالت اس سے کچھ زیادہ بہتر ہے کیا انہوں نے فقر و فاقہ کے پیچ سے اپنے آپ کو پھڑپھڑایا۔ اجنبی طاقتیں اپنے تفرقات کے ذریعہ ان کو جن ناگفتہ بہ حوادث پر مجبور کرتی ہیں کیا وہ ان تعلیمات کے ذریعہ ان کے عواقب اور ہلکات سے بچ گئے کیا انہوں نے قلعوں کو محفوظ اور سرحدوں کو مضبوط بنا لیا۔ کیا اس کے ذریعہ ان کو اتنی فوج اور اتنا لشکر مل گیا جن کے ذریعہ وہ دشمنوں کی لوٹ کھسوٹ کی مدد نہ کر سکیں کیا وہ عواقب کے بارے میں اتنے دودھین اور آزاد افکار ہیں اتنے پختہ ہو چکے کہ اب حرص و آرزو کے بندوں کے عزائم اور ارادوں کا رخ ان کی طرف سے ہٹ جائے کیا ان میں سے ایسے دل پیدا ہو گئے جن میں قومی زندگی کی روح کھل مل گئی ہو۔ اور وہ ملک کی مصلحت کو باقی سارے مصالح پر ترجیح دیتے ہوں۔ اور چاہے انہیں دنیا کے محرقات کی تیراکی بھی کرنی پڑے تب بھی اس کی طلب میں لگے رہتے ہوں۔ اور اگر کبھی اس مقصد بلند کو حاصل کرنے میں شہادت کی مجبوری سے ملنے کی فوج آئے تو انہیں جیسے ان کے سچے جاننشین ان کے بعد ان کے مقاصد کو انجام تک پہنچانے کے لئے ان کے قائم مقام بن جائیں کیونکہ بہت سی زندہ قوموں کی حالت یہی رہی ہے۔

ہاں بسا اوقات چند ایسے افراد کی ہتیاں نظر آتے لگتی ہیں جو حریت، وطنیت، جنیت اور اسی قسم کے دیگر الفاظ کا رٹ نہان کی پوری طاقت کے ساتھ لگائے جاتے ہیں۔ اور چند بے سرو پا دھورے جملوں میں ان الفاظ کو بار بار دہراتے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنے آپ کو حریت اور آزادی کے قائد اور اس قسم کے دوسرے حسب خواہش

القاب سے لقب کر کے اس پر اکتفا کر لیا ہے۔ انہیں میں  
 چند اور ایسے بھی ہیں جو اپنے حاصل کردہ علوم پر عمل کرنے  
 کے جوش میں آئے تو انہوں نے گھروں اور مکانوں کے نقشے  
 بدل دیئے، کھانے پینے کے طریقوں میں تغیر پیدا کیا، لباس  
 فرش ظروف اور دیگر چھوٹے چھوٹے آلات معیشت میں  
 تبدیلی پیدا کر دی۔ ان چیزوں کو اجنبی ممالک کے بہترین نمونوں  
 کے مطابق بنانے میں بہت زور دیا تھا۔ کیا۔ اسی کو اپنے  
 مناظر کے اسباب میں شمار کیا۔ اسی چیز کو فخر و مباہات کے  
 میدان میں پیش کرنا شروع کیا۔ اور اپنی ثروت و دولت  
 کو اڑا اڑا کر دوسرے ممالک میں پہنچا دیا۔ اور اس کے  
 بدلے میں آرائش و زینت کے وہ فانی سامان حاصل کئے  
 جن کی ظاہری ڈیل ڈول تو بہت آچھی ہے۔ مگر جن  
 کی پائیداری کی تعریف کبھی نہیں کی جاسکتی۔ اس طرح  
 انہوں نے اپنی قوم کے ارباب صنعت کو ختم کر دیا۔ اور  
 گھر بوسندھتوں کے کمانے والوں کو نیست و نابود کر دیا۔  
 کیونکہ ان بیچارے صنعتاء کی وسعت و طاقت سے  
 ان سارے نئے ضروریات اور نئے کمالات کا حاصل  
 کرنا مشکل تھا۔ جن کی ان نئے علوم کو ضرورت تھی۔ ان  
 بیچاروں کے کارخانے طرز جدید میں تبدیل نہیں ہوئے  
 تھے۔ اور ان کے ہاتھوں میں نئی صنعتوں کو کھانا آمادہ  
 خوشحال بنانے کی صلاحیت نہیں تھی۔ زبان کے پاس آنا  
 مال تھا کہ دوسرے ممالک سے نئی قسم کے آلات منگا  
 کر اپنا کام دیا یا صحیح طور پر چلا سکیں۔ اس طرح قوم کی  
 ناک کاٹی جا رہی ہے۔ اور یہ سارے نتائج اس لئے پیدا  
 ہوئے۔ کہ ان علوم کی بنیاد ان کے ہاں غلط طریقے پر ڈالی  
 گئی ہے۔ اور ان کے پاس یہ سارے علوم اپنے طبعی وقت  
 سے ذرا پہلے پہنچا دیئے گئے ہیں۔

پچھلے واقعات کے مطالعہ سے اور تجربات کی روشنی  
 میں ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ کہ قوم کے وہ افراد جو  
 دوسروں کے عادات و خصال کو اپنا کر اندھا دھند ان  
 کی تقلید کرتے ہیں۔ وہ قوم کی عمارت میں ان روشندانوں اور  
 کھڑکیوں کا کام دیتے ہیں۔ جن کے ذریعہ دشمنوں کو داخل  
 ہونے کا راستہ مل سکتا ہے۔ ان کے اذہان دانکا ہوسوں  
 کے فرود گاہ اور مرکز قریب کی آرمی گاہ ہوتے ہیں چونکہ  
 ان کے قلوب کے گوشے ان لوگوں کی تعظیم و توقیر سے پُر  
 ہوتے ہیں۔ جن کی وہ تقلید کر رہے ہوتے ہیں۔ اور جو لوگ  
 ان کے اطوار و عادات پر نہیں چلتے۔ ان کی نظروں میں  
 حقیر دکھائی دیتے ہیں۔ اس لئے وہ اپنی قوم کے فرزندوں  
 کے لئے شوم و بدبختی کا سامان ثابت ہوتے ہیں۔ یہ ان  
 کی تذلیل کرتے اور ان کے طریق کار کو حقیر سمجھتے ہیں اور  
 ان کے اعمال و اطوار کتنے ہی عظیم الشان کیوں ہوں یہ  
 ان کو قابل استعانت و تذلیل سمجھتے ہیں۔ قوم کے افراد  
 میں اگر کچھ ایسے مل جائیں۔ جن میں اولوالعزمی کا جوہر  
 موجود ہو۔ اور عظیم الشان مقاصد کو حاصل کرنے کی تمنا  
 رکھتے ہوں۔ تو یہ لوگ سب کے سب اکٹھے ہو کر ان پر پل  
 پڑیں گے اور ان کو مٹی میں ملا کر دبانے کی پوری کوشش  
 کریں گے۔ یہاں تک کہ بہادری کے اثر کو مٹایا جاسکے گا۔  
 اور آتش غیرت کی گرمی ختم کر دی جائے گی۔ ایسی اندھا دھند  
 تقلید کرنے والے لوگ غالب قوتوں کے عساکر کے لئے  
 مقدمہ الجیش یا پانچواں کالم ہونے کا فریضہ انجام دیتے  
 ہیں۔ ان لوٹ کھسوٹ کرنے والوں کے لئے سڑک ہوا  
 اور اندر کے راستے تیار کرتے ہیں۔ اور پھر ان  
 قوموں کو مضبوط کر کے ان کا تسلط جماتے ہیں۔ صرف  
 اس لئے کہ ان کے خیال میں یہ لوگ فضل و ہز کے تنہا مالک

اور طاقت و قوت کا ناقابلِ تسخیر تہر رکھنے والے ہوتے ہیں۔  
 میں کس ملامت کرنے والے کے خوف کے بغیر علی الاعلان  
 کہنے کے لئے تیار ہوں کہ اگر اس قسم کے مقدمہ اب پیش اور  
 جاسوس افغان قوم میں اس وقت موجود ہوتے جس  
 وقت انگریز نے اس کے بعض علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ تو  
 کیا مدت تک ان کو آزادی کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوتا کیونکہ  
 اس قسم کے علم سیکھنے والوں پر علم کا اثر اس کے سوا  
 اور کچھ نہیں ہوتا کہ وہ اپنے نئے معلمین اور رہنماؤں  
 کی طرف پورے مائل ہو کر ان کے لئے راستوں کی ہمواری  
 میں مشغول اور سرگرم رہتے ہیں۔ اور ان کے فنون و علوم  
 کے مشارقی و انوار کی طرف دوسرے دوسرے جاتے ہیں اس  
 لئے وہ دوسرے بنائے ملت کے دلوں کو تسکین دینے اور  
 ان کے قلوب کو مطمئن کرنے کی پیش از پیش کوشش کرتے  
 ہیں۔ اور انجام کار اس وحشت و نفرت کو زائل کرنے  
 ہیں کامیاب ہو جاتے ہیں جس کے ذریعہ لوگ اپنے حقوق  
 کی حفاظت اور اپنے استقلال کی صیانت کا کام سرانجام  
 دیتے ہیں۔ اس قسم کے معلمین کی حالت یہ ہوتی ہے کہ جب  
 کبھی اجنبی طاقتیں کسی قوم کی سرزمین پر قبضہ کرنے کے خیال  
 سے قدم رکھ لیتی ہیں تو یہ لوگ آگے بڑھ کر ان کا استقبال  
 کرتے ہیں۔ اور ان کے قدم اور شریف آوری کو باعث  
 سعادت سمجھ کر ان کی امداد کرنے کے لئے اپنے خدمات  
 پیش کرتے ہیں۔ ان کے مانہ دار بن کر ان کا محلِ اعتماد  
 بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو انہیں میں  
 شمار کرنے لگتے ہیں۔ اور اس اجنبی تسلط کو اپنے آپ  
 اور اپنی آئندہ آنے والی نسلیں کے لئے باعثِ خیر و برکت  
 سمجھتے ہیں۔

اچھا جب جراثیم کا یہ حال ہو کہ اغراض و مقاصد کی

صحت اور نیت کی صفائی کے باوجود ان کا اثر سست قرار  
 سے ہوتا ہے۔ اور علوم جدید کے نتائج کو ہم نے دیکھ  
 لیا کہ غلط استعمال کی وجہ سے ان کے فوائد سے مضرات  
 کہیں بڑھ چڑھ کر ہیں۔ تو پھر تدبیر کیا کی جائے۔ اور  
 وسیلہ کیا سوچا جائے۔ وقت تنگ اور ہم عظیم ہے۔ مگر  
 وہ کونسی گرجتی ہوئی آواز ہوگی جو غفلت کی نرم نرم  
 گدیوں پر جو خواب مخلوق کو بیدار کر سکے گی۔ وہ کونسی  
 بجلی ہوگی جو جہود پر پڑی ہوئی طبیعتوں کو جھنجھوڑ دے  
 کہ ہلا دے اور غافل اور بچھے ہوئے افکار کو حرکت  
 میں آنے کے لئے آمادہ کرے۔ اور کونسی صورہ سرائیل ہوگی  
 جو ان ارواح کو دوبارہ اجسام میں پھونک کر اس میدان میں  
 لاکھڑا کر دے۔ جہاں وہ اپنی برکت و صلاح اور نیر و فلاح  
 کے لئے معرکہ آرا ہو سکیں۔ یہ درد دور تک پھیلے ہوئے مالک  
 کی سرحدات ایک دوسرے سے کافی فاصلوں پر واقع ہیں  
 کیسے بیدار کئے جاسکیں گے۔ شرقی اور غربی شمالی اور جنوبی  
 اطراف کے رہنے والوں کے درمیان رسل و رسائل کے  
 ذرائع بہت مشکل ہیں۔ اور قوم کی حالت یہ ہے کہ وہ یا تو  
 بالکل اپنے قدموں پر ٹکٹکی جاتے ہوئے یا آسمان  
 کے نظارہ میں مشغول ہے۔ اس کی نظریں گرد و پیش اور  
 ہمیں وسیلہ کا مطالعہ کرنے کے لئے بالکل گردش میں نہیں  
 آئیں۔ نہ کسی آواز کی طرف کان کھا کر سننے کی خواہش  
 ہے اور نہ جانوں میں خیر و صلاح کی طرف مائل ہونے کی  
 رغبت ہے۔ ہر طرف اغراض و امور کی جابرانہ حکومت ہے  
 اور وساوس و ادھام کا مضبوط تسلط اس تنگ وقفہ  
 اور جہلت میں ملت کے مشفق اور جہربان کی کریں نظرات  
 کے گھیرنے والے طوفان کی زد میں آنے سے بچنے کے لئے  
 کس علاج کی تلاش کریں۔ موت کے قاصدان کے دروازے

بلانے والا ہے۔

اگر ترقی اور نبوض کے چشمے سے پانی لینے کے لئے اس قوم کے پاس گھاٹ، دین اور مذہب کا ہی تھا۔ اسی گھاٹ پر وہ آب حیات کو چکھنے کے لئے اترے ہوں۔ اور اسی گھاٹ سے وہ اس کو پی پی کر سیراب ہوئے ہوں۔ تب یہ نتیجہ بالکل ظاہر ہے۔ کہ اس وقت قوم کو خلل اور مدارج ترقی سے متزلزل و انحطاط کے جو عوارض پیش آئے ہیں۔ وہ اصول دین کو چھوڑنے اور قواعد مذہب کو پس پشت ڈالنے کی وجہ سے آئے ہیں۔ اس لئے آئے ہیں کہ معتقدین مذہب اسلام نے اپنی طرف سے بدعات ایجاد کر کے ان کو اصول شریعت کی جگہ دے دی اور دین نے جن حقانیت کی طرف رہنمائی کی تھی۔ جن مقاصد کی طرف بلایا تھا۔ اور حکمت الہیہ نے جس غرض کے لئے دین کو پھیلایا تھا۔ ان سب کو چھوڑا اور ان سے روگردانی کی یہاں تک کہ اب صرف چند ناموں کا وہ ذکر نے اور چند عبارتوں کو زبان پر پڑھنے کا نام دین رکھا گیا۔ انہی محدثات و بدعات نے قوم کے آڑے آکر اسے حق کی آواز کو سمجھنے کی صلاحیت سے محروم کر دیا ہے۔ جسے وہ کبھی کبھی اپنے پہلو کی طرف سے اٹھتی ہوئی محسوس کرتی ہے۔ قوم کا کامیاب علاج یہ ہے کہ اصول دین کی طرف دوبارہ متوجہ ہو کر اس کے احکام پر اس شکل میں عمل کیا جائے جس شکل میں وہ پہلے پہل آیا تھا۔ عام و خاص کو اس کے نصائح و موعظ کا پیغام سنایا جائے۔ وہ نصائح و موعظ جن میں قلوب کی صفائی اور اخلاق کی تہذیب کا پورا پورا علاج موجود ہے۔ غیرت اور اتحاد کی آگ کو بھڑکایا جائے۔ اور قوم کے شرف کو واپس لانے کے لئے سردھڑکی بازی لگائی جائے۔ چونکہ نفوس کی گہرائیوں میں دینی ہر اشیاء بعد از ان کی کفالت کر کے اس کی ہستی کی حفاظت کرنے والا ہے اور اپنے معتقدین کو تمدن و تہذیب کے ہر شعبہ کی طرف

پر کھڑے کنڈی کھٹکھا رہے ہیں۔ اس وقت قوت و تمکنت کے کون سے ذریعہ کو تلاش کیا جاسکتا ہے میں اس بحث کو طویل بنانا نہیں چاہتا۔ اور میان و تقریر کے تق و دق بمثل میں سیر کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ صرف ایک ایسے سبب کی طرف نظروں کو متوجہ کر دوں گا۔ جو سارے اسباب کا مجمع ہوا اور سارے وسائل اس کے سامنے چھینٹا کا حکم رکھتے ہوں۔ دنیا اپنی فکر کو حرکت میں لاؤ۔ اور دیکھ لو کہ جو قوم شہرت کے بعد گناہی قوت کے بعد ضعف سیادت کے بعد غلامی مضبوطی و فاع کے بعد ظلم و ستم کا شکار ہوئی اس کی طاقت اس کی ترقی اور اس کا عروج عمل میں آئے کس طرح تھے۔ اور اس کی پہلی نہفت اور ارتقاء کے اسباب کی تھے۔ اس کے بعد خلل اور نقصان کے مواقع علی اور پیاروں کے جراثیم پور سے طویر پر اچھی طرح منکشف ہو جائیں گے۔ جس چیز نے اس قوم کی آواز میں اتحاد پیدا کیا تھا۔ اس کے افراد کو بلند ہمتی کا سبق دیا تھا۔ ان کو باہم ایک رشتے میں منسلک کیا تھا۔ ان کو شرف کے مقام پر پہنچا کر دوسری قوموں پر نفوق اور بلندی عطا کی تھی۔ اور اپنی دینی حکمت و تدبیر کے ذریعہ قوموں کی سیاست کا حکمران بنایا تھا۔ وہ دین تھا ایسا دین جو محکم اصول اور مضبوط بنیادوں پر قائم ہے۔ ہر قسم کی حکمت و عقل پر مشتمل ہے۔ الفت بڑھانے والا ہے۔ محبت کا پیغام دینے والا ہے۔ نفوس کا تزکیہ کرنے والا ہے۔ اپنے دلوں کو خسیس اخلاق کے میں کیل سے صاف کرنے والا ہے۔ اپنے احکام و امر کے مطابق ہر حق کے سوجھ کو چمکا کر عقلوں میں روشنی پیدا کرنے والا ہے۔ اجتماع انسانی کی بنیادیں جن ضروریات پر قائم ہوتی ہیں ان کی کفالت کر کے اس کی ہستی کی حفاظت کرنے والا ہے اور اپنے معتقدین کو تمدن و تہذیب کے ہر شعبہ کی طرف

متحد ہونے کے لئے اطمینان ہے اور قلوب کے گوشوں میں محبت مذہب کی چھپی ہوئی چنگاری موجود ہے۔ اس لئے ان اصولوں پر اجماع امت کی کوشش کرنے والے کے لئے صرف ایک نفخہ کی ضرورت ہوگی۔ جو پھونکتے ہی کم از کم وقت میں سارے امداد میں سرایت کرے گی۔ اور جس وقت وہ اپنے کاموں کے لئے کھڑے ہوں گے اور اپنی کامیابی کی شاہراہ میں گامزن ہو کر اپنے دین حق کے اصول کو پیش نظر رکھیں گے۔ تو ان کو اپنی رفتار کے ذریعہ کمال انسانی کے منتہی تک پہنچنے سے کوئی چیز مانع نہیں آئے گی۔ جس قوم کے حالات ایسے ہوں جو ہم نے ذکر کئے۔ اور پھر کوئی شخص اس کی اصلاح کے لئے اس وسیلہ کو چھوڑ کر کوئی دوسرا وسیلہ اختیار کرے گا۔ وہ قوم کو صحیح راستہ سے ہٹا کر غلط راستوں پر ڈال دے گا۔ اور انتہا کو ابتدا میں تبدیل کر کے تربیت کو اٹلنے کی کوشش کرے گا۔ وہ وجود کے نظام کی مخالفت کرے گا اور اس کے لئے میانہ روی منعکس ہو جائے گی۔ وہ امت میں صرف نحوست ہی بڑھا سکے گا۔ اور صرف ہلاکت اور بربادی کا سامان جہاں کرے گا۔

معزز ناظرین! کیا تمہیں میرے اس بیان میں کوئی بات قابل تعجب نظر آتی ہے کہ دین کے وہ سچے اصول جو نئی نئی بدعتوں سے پاک و صاف ہوں۔ قوموں کے اندر اتحاد اور روابط کے اتصال کی قوت پیدا کرتے زندگی کی لذت پر شرف کو فضیلت دینے پر ابھارتے اور ان کے فضائل کو حاصل کر کے علوم و معارف کا دائرہ وسیع کرنے پر آمادہ کرتے۔ اور تمدن کی انتہائی مدد دے جاتے ہیں؟ اگر تمہیں تعجب آتا ہو تو پھر میرا تعجب تمہارے تعجب سے بھی زیادہ شدید ہے۔ کیا تم امت

عربیہ کی تاریخ کو بھول گئے۔ دین کے پھیلنے سے پہلے وہ کیسے افراتفری اور افتراق میں پڑے ہوئے تھے۔ اور حبیس و نادر و اعمال کے اکتساب میں مشغول تھے۔ اور پھر جب دین آیا تو کس طرح اس نے ان کو اکٹھا کیا۔ قوت اور تہذیب عطا کی۔ ان کے عقول کو روشن اور اخلاق کو استوار کیا۔ ان کے نظام کو اس طرح مضبوط بنایا کہ وہ عالم کے سردار بنے۔ اور جس جس قوم کی نگرانی و حفاظت کی ذمہ داری ان کے سپرد ہوئی۔ اس کو کس کس طرح عدل و انصاف کی سیاست کے مطابق سرانجام دیا۔ پہلے امت عربیہ کے افراد تمدن کے لوازم اور اس کے مقتضیات سے غافل تھے۔ اور پھر شریعت نبوی اور آیات قرآنی نے ان کو گونا گوں فنون کے طلب کرنے اور ان میں ہدایت و وسعت اطلاع حاصل کرنے کی طرف متوجہ کیا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے مالک کی طرف بقرا و جالینوس کے طب اقلیدس کی جیومیٹری۔ بطلمیوس کی ہیئت اور فلاطون و ارسطو کی منطق و حکمت کو منتقل کیا۔ دین اسلام قبول کرنے سے پہلے وہ ان علوم کو جانتے تک بھی نہ تھے جو قوم بھی مذہبی جھگڑے کے سائے میں سیادت حاصل کر چکی ہو اس کی طاقت و قوت اور تہذیب و تمدن کی حفاظت اصول دین کے ساتھ تسک کرنے سے ہی ہو سکے گی۔

## معاونین اور ناظرین

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ نیز ہر سالہ کی توسیع اشاعت میں سرگرمی سے حصہ لیں۔

(میجر)

# علماء حق کے وقار کا کاٹنا

(از مولانا سید سیاح الدین رضا کا خیل رفیق دارالافتاء مفتی دارالعلوم عربیہ مجیدیہ)

چوں گل بہ بوئے وصل گریبان دریدنی ست آہے ز سوزِ سینہ بر میان کشیدنی ست

حضرات! اس میں کچھ شک و شبہ نہیں کہ علماء حق کی جماعت دین کے حامیوں کا ایک سرفروش گروہ ہوتا ہے۔ وہ احکام الہی کے سچے مبلغ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے سچے دین کی طرف لوگوں کو بلانے والے ہوتے ہیں۔ وہ قرآن و حدیث کی روشنی میں ہر مسئلہ کو خوب سوچ کر، پرکھ کر، خود بھی عمل کرتے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی اسی رستہ پر چلنے کی ہدایت فرماتے ہیں۔ وہ نہ کسی انسان کے بنائے ہوئے نظام کو اپنا لائحہ عمل بنا سکتے ہیں۔ اور نہ اس انسانی نظام کے چلانے کے لئے لوگوں کو دعوتِ عمل دے سکتے ہیں صحیح علم و عمل اور تبلیغ و دعوت کی بنا پر وہ ورثۃ الانبیاء اور کانبیاء بنی اسرائیل ہیں مسلمانوں کے لئے ان کی پیروی لازمی اور ان کے فرمودہ طرق کا راہِ عمل پرہیز کا مزین ہونا واجب ہوتا ہے۔

لیکن آج کل ہندوستان کی حالت دیکھئے۔ وہی محترم جماعت وہی حق پرست گروہ خود مسلمانوں کے ہاتھوں مصیبتوں میں گھرا ہوا ہے۔ وہ قرآن و حدیث کو دینِ لقین کر کے اسی کو مضبوط پکڑ رہے ہیں (الصابر علیٰ دینہ) تو ان کی زندگی شیر شکن آذاتوں میں ہے ہر دن مشکلوں میں سے گزرتا ہے۔ اور ہر بات بڑی کٹھن ثابت ہوتی ہے (اللقابض علی الجھم) ان کو طعنے دیئے جا رہے ہیں۔ ان پر ہمیں ازبتاں طاق خود آراستہ (اقبال) تو قرآن و اسرار طاقے نہادی رقیبوں نے ریٹ لکھوائی ہے جا کر تھانے میں کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں (اکبر) علماء کرام کی فہرست جرائم میں یہ بھی ہے کہ جب کسی غیر مرتی "ہاتھ کے اشاروں سے" اسلامی حقوق کی حفاظت "اسلامی تہذیب و تمدن" اسلامی معاشرت کے لئے ہم ہندوؤں سے دست گریبان ہونے لگتے ہیں۔ تو یہ علماء کرام ہم سے مطالبہ کرنا شروع کرتے ہیں۔ لیکن

بہرہمن ازبتاں طاق خود آراستہ (اقبال) تو قرآن و اسرار طاقے نہادی رقیبوں نے ریٹ لکھوائی ہے جا کر تھانے میں کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں (اکبر) علماء کرام کی فہرست جرائم میں یہ بھی ہے کہ جب کسی غیر مرتی "ہاتھ کے اشاروں سے" اسلامی حقوق کی حفاظت "اسلامی تہذیب و تمدن" اسلامی معاشرت کے لئے ہم ہندوؤں سے دست گریبان ہونے لگتے ہیں۔ تو یہ علماء کرام ہم سے مطالبہ کرنا شروع کرتے ہیں۔ لیکن

تَقْوَنَ مَا لَا تَفْعَلُونَ۔ پہلے خود اسلامی حقوق کی ادائیگی کے لئے آمادہ ہو جاؤ۔ خود اسلامی تہذیب و تمدن کو عملاً قبول کر لو۔

قارئین کرام! علماء مذہب کے پیدا ہیں، انہیں نہ نوکریوں سے کچھ مطلب ہے۔ اور نہ انہیں کوشلوں اہمیلیوں کی ممبریوں سے کچھ غرض۔ وہ نہ اپنے اور نہ اپنے عزیزوں کے واسطے مگر ان قدر تنخواہوں کے حاصل کرنے سے سروکار رکھتے ہیں۔ اور نہ خدمت قوم و ملت کے نام سے غریبوں کے خون چوسنے کو تیار ہیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے خدا کے مذہب اور مقدس دین کی خدمت کی ہے۔ اور کریں گے بھی۔ ہمیشہ اخلاص و صداقت سے کام لیا نہ کسی کے واہ واہ کہنے سے مغرور ہوئے۔ اور نہ کسی کے شب و شب اور سفیہانہ حرکات پر اپنے کام سے ناامید نہ اپنے کئے پر نادم۔ وہ تو یقیناً فضلاً من اللہ و رضواناً اور دلائل اچانفون لومۃ لا تم شان رکھنے والوں کے غلام اور ان کے پیرو ہیں۔ وہ اپنی ساری جد و جہد کو جہاد فی سبیل اللہ سمجھتے ہیں۔ اگرچہ بے زور بھی رہیں۔ بے زور بھی ہیں۔ مگر سینہ میں سچی ٹرپ ہے۔ قلب میں ایمان کا نور جگمگاتا ہے۔ اس لئے سکند کلاس اور فٹ کلاس کے بغیر ہی گھر گھر حق کا پیغام پہنچانے ہیں اور مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار کرتے ہیں۔ وہ دین کے عاشق ہیں۔ انہیں مذہب سے محبت ہے۔ "اسی لیلیٰ" کے وہ "مجنون" ہیں۔ پھر خواہ وہ انہیں صحرائیں ملے خواہ "محمل" میں اس سے ملاقات ہو سکے۔

جہاں کہیں انہیں مذہب کی بالواسطہ یا بلاواسطہ ترقی نظر آئی۔ مسلمانوں کی بہبودی معلوم ہوئی۔ وہاں جا کر اپنی

ہمتیں صرف کیں۔ اور ذوق و شوق سے کام کیا۔ منزل مقصود تک جلد پہنچنے کے لئے جو راستہ قریب آیا۔ اسی پر گامزن ہوئے۔ اگرچہ اس رہ فوردی میں انہیں کانٹوں کی دعوت قبول کرنی پڑی۔ بہر حال اللہ کے لئے اور اللہ کے دین کا نصرت کے لئے ان کی کمریں بستہ ہوتی ہیں۔ پھر ساتھی جو بھی کوئی ملے انہیں دین کی خدمت کا حق ادا کرنا ہے۔

ومن اجل ذات الحال اعملت ناقص  
و کلفتھا سیرا لکل علی الظلم  
اذا قیل هذا بیت عزۃ قادنی  
الیہ الهوی واستجلی البواد

حضرات ہم سے پوچھئے۔ تو علماء کرام کا قصور یہ ہے۔ کہ ان کا کوئی تصور کیوں نہیں یعنی وہ ان دوسرے لیڈروں اور رہنماؤں کی طرح متلون مزاج کیوں نہیں۔ ہر بہرات میں مذہب کو کیوں پیش کر رہے ہیں۔ جہاں کہیں کوئی بل اسمبلی میں پیش ہونے والا ہو یہ جلد قرآن اٹھا کر آیت نکال دیتے ہیں کہ یہ بل اس آیت کے خلاف ہے۔ جہاں ہم کہیں نئی سکیم جاری کرنا چاہتے ہوں۔ جھٹ مذہبی کتابوں کا ایک ڈھیر سامنے رکھا کر فتویٰ تحریر کر دیتے ہیں کہ اس سکیم سے شریعت اسلامی کے فلاں اصل پرورد پڑ جائے گی۔ شاعر نے سچ کہا ہے۔

ولا عیب فیہم غیر ان سیوفہم  
بہن فلول من قواع الکتاب

(ترجمہ) اس قوم میں سوائے اس کے اور کچھ عیب نہیں کہ عظیم الشان لشکروں سے لڑتے لڑتے ان کی تلواروں میں دندائے پڑ گئے ہیں۔

وما یل فی من عیب فاتی  
جہان الکلب مہن دل الفصیل

(ترجمہ) اگر مجھ میں کچھ عیب ہے تو بس یہی ہے کہ (مہاؤں کی زیادہ آمد رفت کی وجہ سے) میرا کتا بزدل ہو گیا ہے اور (مہاؤں کو بہت کثرت سے دودھ پلانے کی وجہ سے) میری اونٹنی کا بچہ لاغر ہے۔

یہی مذہب کی دالہانہ محبت و عقیدت اور قانون خداوندی کا ہر نظام سے برتر عقیدہ رکھنے اور ان کے ہوا و آراء کی پیروی نہ کرنے کے جرم میں ہمارے موجودہ "لیڈروں" کی عدالت سے علماء کے متعلق یہ فیصلہ صادر ہو چکا ہے کہ "ان کا اقتدار ختم کیا جائے۔ اور ان کو ہر طریقہ سے عام مسلمانوں کی نظروں میں گرایا جائے۔ عفا اللہ عن لیلی الفداۃ فانہا مق ولبت حکماً علیٰ ہنجور۔"

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لیلیٰ کو معاف کر دے کیونکہ جب کبھی اس کو میرے بارے میں فیصلہ کرنے کا اختیار دیا جاتا ہے۔ تو وہ بس غلطی کر جاتی ہے۔ علماء مذہب کی علمی خدمت کرنے اور مسلمانوں کی ذہنی اصلاح کرنے میں لگ گئے۔ ہمارے ایجاد کے قرآن و حدیث کی تدریس میں مشغول ہو گئے۔ روحانیت پیدا کرنے کے لئے خانقاہوں میں چلے کشتی کرنے لگے اور کچھ عرصہ کے لئے انہوں نے "آئینی سیاست کا میدان ان شہسواروں کی تگ و دو کے لئے چھوڑا۔ تاکہ ان کی سیاستدانی کچھ کام آ سکے۔ اور یہ جو دعویٰ کرتے ہیں ان کی صداقت معلوم ہو۔"

ہمارے وقف صبا، گل بہ کام گلچین باد کہ مایہ کنج قفس طرح آئیاں کہہ دیم تو ابھی حضرات نے شور برپا کر کے آسمان سر پہ اٹھا لیا۔ کہ علماء میدان عمل میں نہیں آتے مردانہ وار مقابلہ نہیں

کرتے۔ یہ تو مفت خود لوگ ہیں مفت کی روٹیاں توڑتے ہیں مسجد کے گوشوں سے نکلے نہیں۔ حجر نشین ہیں مصلوں پر بیٹھے کہ اللہ اللہ چھپنے والے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے یہ لوگ سبق نہیں لیتے۔ قوم کی قیادت و رہنمائی کے لئے اپنے آپ کو پیش نہیں کرتے۔ حضور امیر شکر بن کرم غزوات میں شامل ہونے تھے۔ اور یہ ملا ایسے اور یہ ملا ویسے سیٹھوں پر خوش الحانی سے پڑھا جانے لگا۔ کارہ کافر فکر دتہ ہر جہاد کارہ ملا فی سبیل اللہ نساد الفاظ اذان گرچہ نہیں ہیں متفاوت ملا کی اذان اور مجاہد کی اذان اور لیکن جب ان کی سیاست ناکام ثابت ہوئی۔ ان کی سیاست دانی کی حقیقت بے نقاب ہو گئی۔ جہاں کہیں ان کی سیاست رہنما ہوئی مسلمانوں کو تباہی کے عمیق گڑھے میں گرا دیا۔ تو ایسے وقت میں قوم کی کشتی کو تباہی و بربادی سے بچانے کے لئے جو نادان ملاحوں کی وجہ سے بھنورہ میں پھنس کر ڈوب جانے والی تھی علماء نے کمر ہمت باندھی۔ اور انہوں نے "آئینی سیاست" میں حصہ لینا شروع کیا۔ مگر جب علماء کے سامنے ان کی سیاست یہاں بھی بیکار ثابت ہوئی۔ عملی جدوجہد میں سرفروشی و جاں بازی میں وہ ان سے باز نہ لے گئے۔ اور قیادت و رہنمائی خود ان سے چھین جانے لگی۔ لیڈری میں فرق آنے لگا۔ تو پھر شور اٹھا کہ مولویوں کا سیاست سے کیا کام۔ ان چمچوں اور قانونی موشگافیوں کو سیدھے سادے لوگ کیا سمجھتے ہیں۔ یہ تو ملکی اور وطنی چیزیں ہیں۔ انہیں تو صرف دغادہ نصیحت اور نماز و وضو کے مسائل سے سروکار رکھنا چاہیے۔ جا کر مسجدوں میں بیٹھ کر امامت کریں یا کتا میں پڑھائیں۔ ہمارے زیر دیوشنوں میں انہیں دخل دینے کی کیا ضرورت؟ پولیٹیکل معاملات اور بین الاقوامی سیاسیا



کو انگلش زبان سے یہ نادان قف مولیٰ صاحبان کیا سمجھ سکتے ہیں۔

رموز مملکت خویش خسرواں وہ نند  
گدائے گوشہ نشین تو حافظا مخدوش

ایک تعجب خیز معاملہ ہے۔ کوئی عالم دین موجودہ سیاسیات سے کنارہ کش ہو کہ پھر بھی قابلِ ملامت اور میدان میں آکر مردانہ وار مذہب کی خدمت کرے۔ پھر بھی موردِ طعن و تشنیع علماء کریں تو کیا اور جائیں تو کدھر یا للعجب سے دو گونہ رنج و غذاب است جانِ مجنوں را  
بلائے صحبت لیلے و فرقت لیلے

اب ان کو بس شب و روز ہی فکر ہے کہ علماء کے وجود کو کس طرح ختم کیا جائے۔ زبان، قلم، ہاتھ پاؤں سب اس "اسلامی اور مقدس خدمت" کے لئے وقف ہیں۔ یہی ایک محبوب مشغلہ ہے۔

ہیں اس سے بحث نہیں کہ واقعی انہیں علماء و کرام کے وقار و اقتدار ختم کرنے میں کامیابی ہوئی یا نہیں افسوس تو یہ ہے کہ سمجھدار اور دیندار طبقہ بھی ان باتوں کو سن کر صرف اس لئے دم بخود ہے کہ وہ بھی علماء کے وقار کے اختتام پر ہوش ہو رہے ہیں۔ اور ان کا خیال ہے کہ ان کو فنا کر کے ان کی جگہ پر ہم خود قبضہ جالیں گے حالانکہ علماء کا وقار ختم کرنا دین کا وقار ختم کرنا ہے۔ اور جب آپ نے دین کا وقار ختم کیا تو مسلمانوں کا جماعتی وقار اور قومی حیثیت خود ہی فنا ہو جائے گی۔  
دین ہوا نصرت تو جمعیت گئی

بارے ان حضرات نے ابھی تک اس عزیزانہ جان مشغلے کو چھوڑا نہیں کیونکہ درحقیقت وقار ختم ہوا نہیں یہ تو دعویٰ کہ کے صرف اپنا دل خوش

کرتے اور جی بہلاتے ہیں) جب کبھی لب کشائی فرماتے ہیں۔ کسی کانفرنس میں مسلمانوں کو فوز و فلاح کی راہ دکھانے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ تو استاد ازل کا وہی رہا ہوا سبق بطور خطبہ مسنونہ "دہرا لیتے ہیں۔ اور علماء کے خلاف ذہرا اگل دیتے ہیں۔ ان کو کوستے ہیں۔ اور ان کے معائب و مثالب کی فہرست پیش کرنے لگتے ہیں۔ اور ایسی ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں جن کو ایک مسلمان کبھی گوارا نہیں کر سکے گا۔

فلو ان قولاً یکلم الجسم قد بدا  
بجسمی من قول او شائخ کلوم  
هنيئاً صدياً غيبر دایر محامد  
لعزّة من اعراضنا ما استعلت

(باقی آئندہ)

## سرخ پسل کا نشان

یہ سالانہ چندہ ختم ہونے کی علامت ہے۔ آپ اپنا چندہ بند رہیے مئی آٹھ اور پھر جیس۔ اگر خدا خواستہ کسی وجہ سے آئندہ خریداری کا ارادہ نہ ہو۔ تو بند رہیے پوسٹ کارڈ ہمیں مطلع کریں۔ خاموشی کی صورت میں آئندہ کا پرچہ دی۔ پی۔ ایس۔ سال خدمت ہوگا جس کا وصول کہنا آپ کا اخلاقی فرض ہوگا۔

(غلام حسین مینجر)

# اسلام اور دنیا کے اسلام کو کمپوزم کا عالمگیر چیلنج

”شمس الاسلام“ کی پچھلی دو اشاعتوں میں فقہ دیکھو نہ م کے متعلق شورش صاحب کاشمیری کا بصیرت افروز مضمون ناظرین کرام کو محفوظ فرما چکے ہیں بہت ممکن ہے کہ بعض اصحاب جماعتی تعصب کی بنا پر شورش صاحب کی تصریحات کو درغور و اعتنا تصور نہ فرمائیں۔ اس لئے ہم آج کی صحبت میں اس فقہ مہرہ کے متعلق جمعیت علماء اسلام (کلمتہ والی) کے شائع کردہ نقطہ مناجہ اور اس کے ضمیمہ سے اقتباسات ذیل نقل کرتے ہیں جمعیت علماء مذکورہ مسلم لیگ کی پرزور حمایت ہی کے لئے عالم وجود میں آئی ہے۔ اس لئے مسلم لیگی دوستوں کو خصوصیت کے ساتھ اسے پڑھنا چاہیئے اور اس فقہ عظیمہ کے ہندوستانی علمبرداروں (کمپونٹوں) کو مسلم لیگ سے یکجہتی میں دو گوشہ کمال کر کمپوزم کے نہر سے مسلمان نوجوانوں کی حفاظت کا فریضہ انجام دینا چاہیئے۔

(رہدیں)

اور جاگیرداروں کے سخت ترین مظلوم ہیں اور مسلمان صوبوں میں انقلاب کا مادہ پک رہا ہے۔ کمپونٹ پارٹی اس صورت حال سے اپنا فائدہ حاصل کرنا چاہتی ہے اور بنا بریں مسلمانوں کے حق خود ارادیت اور پاکستان کی اپنے رنگ میں حمایت کر رہی ہے۔ کمپون ازم کے بعض اصول بظاہر دلکش اور اسلام سے قریب ہیں لیکن ان کی بنیاد مرا سر خلافت اسلام اور خلافت مذہب ہے۔ اور لامادہ ہے کہ علمائے اسلام اس سے پوری طرح یا خبر ہوں۔ اور معاشی مسئلہ کا اسلامی حل ایسا پیش کریں جو کمپون ازم کے نہر بلابل سے پاک اور کپیل ازم و نظام سرمایہ داری کے ظلم سے آزاد اور انسانیت کی مجموعی فلاح دہین اور معاش و معاد کی کلی سعادت کا ضامن ہو کیونکہ ازم نہ صرف دنیائے اسلام کے لئے بلکہ تمام مذاہب خصوصاً مذہب اسلام کے لئے ایک عالمگیر چیلنج ہے۔ عہد حاضر میں اسلام کو دراصل نیشنل ازم کا سیاسی چیلنج اور کمپون ازم

یہ کام اس وقت اور بھی اہم و ضروری ہو گیا ہے۔ کہ دوسری عالمگیر جنگ میں فسطائیت کے خلاف دوسری سوئٹ اشتراکیت کی فتح یا بی نئے نہ صرف کمپون ازم کے عالمگیر غلبہ استبداد اور مسلمان ممالک کے استقلال کے لئے ایک خطرہ پیدا کر دیا ہے بلکہ نیشنل ازم کے ساتھ ساتھ کمپون ازم کی اشاعت اور بے پناہ پروپیگنڈا کا دروازہ ہر مسلمان ملک خصوصاً خطہ پاکستان شرقی بنگال و آسام اور خطہ پاکستان غربی پنجاب سرحد سندھ و کشمیر میں کھول دیا ہے۔ ایک عالمگیر پلان کے مطابق مسلمان ملکوں میں اور خصوصاً ہندوستان کے مسلمان صوبوں میں نہایت شد و مد سے کمپون ازم کا پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔ کمپونٹ پارٹی کو خوب معلوم ہے کہ ہندو سماج، سرمایہ دارانہ سماج ہے اور وہ اس کی دال نہیں گل سکتی ہے لیکن مسلمان سوسائٹی اخوت و مساوات کی حامی ہے اور مسلمان صوبوں کے مسلمان کسان بزدور۔ جہاں جنوں سرمایہ داروں

اور کیٹیل انڈم کا معاشی جیلنج درپیش ہے۔ اور اسی کے حل پر مذہب کا مستقبل اور انسانیت کے مستقبل کا دار و مدار ہے۔

**کیون انڈم کیا ہے** | نیشنل انڈم کی طرح کیون انڈم بھی ایک مذہب ہے جس نے تمام مذاہب کو مٹا کر اپنا سکہ رائج کرنے اور فتح عالم کرنے کا عزم بالجزم کیا ہے۔ نیشنل انڈم ایک ہمہ گیر سیاسی مذہب ہے۔ اور کیون انڈم ایک ہمہ گیر معاشی مذہب ہے۔ اس میں کیون انڈم لینن کے ماتحت ایک عالمگیر انقلابی دعوت کی صورت میں نمودار ہوئی، لیکن اسٹالین کے ماتحت روسی کیون انڈم ہیٹ جلد روسی نیشنل انڈم اور امپیرین انڈم کے قدیمی روسی مزاج سے متعلق ہو گئی۔ یہاں تک کہ تھرڈ انٹرنیشنل کو برخاست کر دیا گیا۔ عالمگیر انقلاب کے داعیوں کو چن چن کر قتل کر دیا گیا۔ اب جو روسی کمیونزم جا رہی ہے اس میں اور روسی نیشنل انڈم اور فسطائیت میں کوئی جوہری فرق نہیں ہے۔

## کیون انڈم کا نظریہ مادیت اور مادی تفسیر حیات

کیون انڈم کے عقائد کیا ہیں؟ جدید کیون انڈم ایک مذہب ایک فلسفہ حیات، ایک عقیدہ اور ایک پروگرام اور ایک پالیسی سے مرکب ہے۔ اس کا بنیادی مذہب فلسفہ و عقیدہ مادی تفسیر حیات اور مادی تفسیر تاریخ ہے اور وہ ہر چیز کو مادیت کی نگاہ سے دیکھنے کا حکم دیتی ہے اور مادیت اور مادی طاقتوں کے سوا اور کسی شے کو کارفرما تسلیم نہیں کرتی۔ اسی عقیدہ کو اشتراکی فلسفہ میں جدلی مادیت پرستی (DIALECTIC MATERIALISM) کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ مادی تفسیر حیات کے معنی صاف اور

سیدھی زبان میں صرف یہ ہیں کہ زندگی، معاشرت و معیشت، تاریخ، سیاست، تمدن، تہذیب حتیٰ کہ مذہب دین و اخلاق اور فلسفہ و فکر انسانی کلینتہ اور محض مادی حالات و محرکات کی مخلوق ہیں۔ جیسے مادی حالات سوسائٹی میں پیدا ہوتے ہیں۔ ویسے مذہب و اخلاق نمودار ہوتے ہیں۔ خدا تقدیر خدا۔ نظام کائنات، بشیت روحانی و حکمت مادی، روح حیات، بدالہات، جزا و سزا، حساب و کتاب، جنت و جہنم سب خیالی باتیں ہیں۔ دراصل ان کا وجود نہیں۔ جو کچھ ہے مادہ اور مادیت کی مختلف ترکیب و ترتیب کا کھیل ہے مذہب انسانوں اور محنت کرنے والوں کو غلام بنانے کے لئے ایک ایفون ہے جس کو سرمایہ داروں نے ایجاد کیا ہے۔ خدا کا عقیدہ سب سے بڑے غیر مذہدار جاہل مطلق کا غلط عقیدہ ہے جس کو مٹا دینا چاہیے۔ جب تک خدا کا عقیدہ نہیں مٹایا جائے گا انسانیت آزاد نہیں ہوگی۔

بنام بریں جب تک معاشی و اقتصادی حالت بہتر نہیں بنائی جائے گی سوسائٹی کی حالت بہتر نہیں ہو سکتی ہے۔ معاشی و مادی حالات کی قدرت کاٹا اور اثرات مطلقاً ماکس اور اعلیٰان اشتراکیت کی اصل روح اور اصل بنیاد ہے

## کیون انڈم کا نظریہ ملکیت مساوات | کمیونزم کی تعلیم

یہ ہے کہ ہر طرح کی پراپرٹی (PROPERTY) ملکیت (شخصی ملکیت) باطل ہے۔ اور اس کو مٹا دینا چاہیے۔ تمام املاک سوسائٹی کی مشترکہ ملکیت ہونی چاہیے۔ اور سب کو اموال عامہ سے برابر ملنا چاہیے۔ اور تمام معاشی اعمال، پیداوار دولت (پروڈکشن) اور تعلیم دولت ڈسٹری بوشن، اور صرف دولت (کانڈیشن) کو اشتراکی اجتماعی قبضہ میں ہونا چاہیے۔ کیون انڈم کا نظریہ سیاست یہ ہے

کہ ہر طرح کا جبر شر ہے۔ اور حکومت جبر کی بدترین شکل ہے۔ کیونکہ حکومت جبر کی نمایندہ ہے۔ اس لئے شر ہے۔ حکومت محض سرمایہ دار طبقات کے لوٹ اور خیانت۔ املاک کی حفاظت کا جبری نظام ہے۔ پس جبہ اشتراکی سوسائٹی قائم ہو جائے گی۔ اس وقت کسی جاہلانہ نظام اور حکومت کی ضرورت ہی باقی نہیں رہے گی۔ اور حکومت خود ختم ہو جائیگی۔ اس مقصد یعنی کامل اشتراکیت کو حاصل کرنے کے لئے ایک درمیانی زمانہ درکار ہے جس میں اہل محنت اسٹیٹ پر قابض ہو کر تمام املاک کو اشتراک بنانے اور کمیونسٹ سوسائٹی قائم کرنے کے لئے کام کریں گے۔ اشتراکیت کا اصول یہ ہے کہ امداد باہمی کے ادارات کو بتدریج اس قدر واضح دیا جائے کہ تمام کام خود بخود امداد باہمی کے اصول پر ہونے لگیں۔ اور ہر فرد دوسروں کے حقوق کا خود احترام کرنے لگے۔ اور پولیس۔ فوج۔ کورٹ۔ جیل خانہ کے خوف سے نہیں بلکہ جس اخلاق کی اعلیٰ ترقی اور نوعی شہریت کے اعلیٰ ترین شعور و احساس کی میداری کے باعث وہی دوسروں کے لئے چاہے۔ جو خود اپنے لئے چاہتا ہے اور وہی دوسروں کے لئے کرنا چاہتا ہے اس طرح جو اشتراکی سوسائٹی بالآخر قائم ہوگی۔ وہ امداد باہمی اخوت اور مساوات کی سوسائٹی ہوگی۔ حکومت اور جبر کے نظام اور امارت و غربت کی تفریقات اور طبقات کے اختلافات سے خالی ہوگی۔

**کمیون ازم اور انارک ازم کا فرق** | کمیون ازم اور انارک

ازم (نزاج) میں بنیادی فرق صرف اتنا ہے کہ کمیون ازم جبر کو شرمناک ہے لیکن ایک ضروری کا شر دو نوں ریاست و حکومت کو مٹا دینا اور ایک امداد باہمی کی اشتراکی اخلاقی

سوسائٹی کی تخلیق کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن نزاج فوراً تمام ادارات جبر۔ ریاست۔ حکومت۔ فوج۔ پولیس۔ کورٹ۔ جیل خانہ۔ جاگیر داری۔ سرمایہ داری وغیرہ کو نابود کر دینا چاہتا ہے لیکن کمیون ازم ریاست و حکومت پر اہل محنت و اشتراکیت کا قبضہ کر کے آمریت مزدور کے ایک درمیانی زمانہ کا قائل ہے جو سرمایہ دار سوسائٹی اور اشتراکی سوسائٹی کی درمیانی گڑھی ثابت ہوگی

**کمیون ازم کا نظریہ قدر** | کمیون ازم کا معاشیاتی اعتبار سے اہم عقیدہ نظریہ قدر ہے۔

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حقیقی معنی میں عامل پیدائش۔ یعنی دولت پیدا کرنے والی طاقت محنت ہے۔ اور سرمایہ دارانہ معاشیات کے عوامل پیدائش کی کوئی مستقل عاملیت نہیں ہے سرمایہ دارانہ معاشیات کے مطابق عوامل پیدائش چار ہیں۔ (۱) زمین (۲) محنت (۳) سرمایہ (۴) تنظیم۔ اور چاروں کے عمل پیدائش کے نتائج (۱) لگان (۲) مزدوری (۳) سود (۴) نفع کہلاتے ہیں۔ اشتراک اور اشتعالی سوسائٹ (معاشیات کے مطابق غلط ہے۔ زمین کوئی عامل پیدائش نہیں ہے بلکہ قدرت کے خزانہ بیک ان اور عطیہ ہے یہاں تک نمایندہ ہے۔ "سرمایہ" آلات پیدائش یا مشین سامان خوراک اور ذرائع عمل (دراصل کوئی خود مختار قائم بالذات "عامل" نہیں ہے۔ بلکہ محض گذشتہ محنتوں کی مجسم صورت کا نام ہے جو صرف عامل محنت کے ذریعہ عمل کر سکتا ہے تنظیم دراصل محنت ہی کی ایک قسم ہے ہمارے لگان (ریٹ) سو (مانٹرسٹ) اور نفع (پروفٹ) سب نا جائز کمائیاں اور اکل باطل کے طریقے ہیں۔

**کمیون ازم کا نظریہ انقلاب و جنگ طبقات** | کمیون ازم کے عقیدہ

اس میں نہ مساوات کا پتہ ہے نہ آزادی کا نشان ہے مساوات کے لئے آزادی قربان کی گئی تھی لیکن مساوات کا سراغ اب بھی گم ہے۔ اور انفرادی آزادی کا تو نام بھی باقی نہیں ہے۔ اور نئے طبقات ادنیٰ و اعلیٰ نئے انداز سے پیدا ہو چکے ہیں اور ان میں کشاکش بھی بڑھ رہی ہے

**تتقید معاش و معاد کے اسلامی توازن کی ضرورت**

اسلامی نقطہ نگاہ سے کیوں ازم کی سب سے اساسی و بنیادی کمزوری اس کا نظریہ مادیت و مادی تفسیر حیات ہے جو سراسر باطل ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے کوئی ممکن توازن اشتراکیت کی طرف رخ بھی نہیں کر سکتا۔ اشتراکیت کا مذہب معاش کے لئے معاد کو قربان کر دینے کی تعلیم دیتا ہے۔ سرمایہ پرستی کا مذہب معاد کے نام پر معاش کو چند شخص کے لئے مخصوص کر کے خلائق عامہ کو اس سے محروم کرنا ہے۔ اسلام کا مذہب معاش و معاد کا توازن قائم کرنا ہے اور معاش و مروت عامہ کا مدوارہ تمام خلائق پر معاد کی کنجی سے کھولتا ہے۔

کیوں ازم کی دوسری بنیادی کمزوری یہ ہے کہ اہلاد باہمی کی اشتراکی سوسائٹی کی تخلیق کرنے، اور ریاست و حکومت کے جابرانہ نظام کو مٹا کر اس سے انسانیت کو رہا کرنے کے لئے اشتراکیت، انسانوں کے "اخلاقی" احساس اجتماعی و نوعی شعور کی ترقی و مضبوطی پر تمام تر بھروسہ کرتی ہے لیکن دوسری طرف کیوں ازم، خدا، تقدیر، خدا نظام کائنات، روح، حیات بعد الممات، جبر و تشدد، کتاب جزا و سزا کی اخلاقی بنیاد کو خدا و مذہب کا انکار کر کے ڈبا رہا ہے جس سے ظاہر ہے کہ وہ کبھی اپنے مقصد میں اگر درست بھی مان لیا جائے تو کامیاب نہیں

کے مطابق سرمایہ دارانہ سوسائٹی میں انتقال بطریقہ انقلاب لازم اور مقدم ہے۔ اور ہو کر ہے گا۔ اور اس انقلاب کو پیدا کرنے کے لئے جبر و تشدد نہ صرف جائز ہے بلکہ واجب و لازم ہے۔ اور اس کا ایک طریقہ طبقاتی جنگ (کلاس وار) سرمایہ دار طبقات، جاگیردار اور زمیندار، سود خوار و نفع یار سرمایہ دار کے خلاف نفرت پھیلانا اور ان کے خلاف اہل محنت کو منظم و متحد کرنا، اور اسٹیٹ کی مشینری پر بوجہ قبضہ کرنا ضروری ہے کیوں ازم کی بنیادی حکمت عملی یہ ہے کہ JUSTIFIES MEANS مقصد ذرائع کو جائز بنادینا ہے۔ یعنی اگر مقصد اشتراکیت حق و صواب ہے تو اس حق و صواب کو حاصل کرنے کے لئے ہر طریقہ جائز و ناجائز اختیار کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ جائز و ناجائز حق و باطل کا سارا نظام اخلاقیات ہی باطل ہے۔ جتنی دہی ہے جو اشتراکیت کے لئے وقت پر ضروری ہو جائے کسی ابدی و دائمی عالمگیر اور اٹل کائنات گیر قانون و اخلاق کا کوئی وجود ہی نہیں ہے کیوں ازم کے تجربہ سے کہ جو دوس میں اعلیٰ پیمانہ پر ہو رہا ہے اس کے بہت سے اصول عملاً خود دوس میں غلط ثابت ہو چکے ہیں اور ترک کئے جا رہے ہیں۔ تمام املاک شخصی کی موقوفی ناممکن ثابت ہو چکی ہے شخصی املاک کا رواج بڑھ رہا ہے۔ اجرت و ضروریات زندگی، پوشش، پوشش و ہائش کی ضروریات میں طبقات میں مساوات قائم کرنے کا اصول بھی ترک کیا جا چکا ہے۔ جبر و جابرانہ آمریت کو رفتہ رفتہ مٹانے کی جگہ سائنٹفک طریقوں سے مستحکم کیا جا رہا ہے۔ دوسری اشتراکی استبدادیت اپنی کلیت و ہر گیریت میں زاریت سے بڑھ گئی ہے۔ اور اقوام مشرق و مغرب کے لئے خطرہ عظیم بن چکی ہے۔ دوس میں جو سوسائٹی قائم ہوئی ہے وہ اشتراکی سوسائٹی نہیں ہے

ہوگا کیونکہ خدا، کائنات خدا، اخلاق اور انہی ابدی قد و رد پر ایمان کے بغیر کوئی عالمگیر کا تصور ناممکن ہے۔

کیونکہ ازم کی تیسری کمزوری جو پہلی اور دوسری کا لازمی نتیجہ ہے ابدی و ازلی عالمگیر اور اٹل قانون اخلاق کا انکار اور ہر ذریعہ کو اپنے مقصد کے لئے جائز رکھنا ہے جو بالکل خلاف دین و دیانت اور خلاف اسلام ہے کیونکہ ازم کا نظریہ قدر بہت حد تک اسلامی معاشی اصول سے قریب ہے لیکن اس کا نظریہ جنگ طبقات (کلاس وار) نفرت و عداوت کا مذہب ہے جو کبھی دنیا میں امن و صلح پیدا نہیں کر سکتا۔ بلاشبہ اسلام خود ایک مستقل معاشی نظام اور معاشی حکمت رکھتا ہے۔ اور صرف اسلام ہی کپٹل ازم اور کمیون ازم کے چیلنج کو قبول کرنے کا اہل ہے۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ خلافت راشدہ کے خاتمہ کے بعد رفتہ رفتہ خود مسلمان اقوام سرمایہ دارانہ نظام کی حامل بن چکی ہیں۔ اور دنیا میں اسلامی نظام معاشیات کا عمل و حقیقت کی دنیا میں وجود ہے۔ اور یہ نظریہ اور فکر یہ کی دنیا میں اسلامی نظام معاشیات خود مسلمانوں کو قرآن و حدیث فقہ و آثار سلف سے از سر نو دریافت کرنا پڑے گا۔ یہ کام نہ صرف اہم ہے بلکہ نہایت درجہ اچٹ ہے۔ اور اس میں ایک لمحہ کی تاخیر بھی جائز نہیں ہے۔ یہ تو مسئلہ ہے کہ کپٹل ازم (سرمایہ پرستی کا نظام معاشی) تمام تر سود، قمار، احتکار، اکتانہ، تغلب، ظلم اور فساد پر مبنی اور سرمایہ دارانہ تمدن، زنا، شراب اور مادہ پرستی اور ظلم عام کی تائید ہے۔ اور اگر اسلام کمیون ازم سے الگ اور علیحدہ ہے تو کپٹل ازم سے اور بھی دور اور سخت بیزار ہے۔ پھر ایسی حالت میں جبکہ مسلمان نہ کپٹل ازم کو قبول کر سکتے ہیں۔ اور نہ کمیون ازم کے نہ ہر مطالب

کو پی سکتے ہیں۔ اس کے سوا کوئی راہ نجات ان کیلئے نہیں ہو سکتی ہے کہ وہ انسانیت کو اسلامی نظام معاشیات کی راہ فلاح و امین دکھائیں۔ اور معاش و معاد کے توازن و تعدیل کا مسئلہ حل کریں۔

جمعیتہ علمائے اسلام کپٹل ازم اور کمیون ازم دونوں کے عالمگیر چیلنج کو قبول کرتی ہے جمعیتہ ساری دنیا کے سامنے بالخصوص اسلامی دنیا اور پاکستان و ہندوستان کے سامنے، اسلامی نظام و معاشیات اور اسلامی نظام مدنیات کو مرتب شکل میں پیش کرنے کی تحریک جاری کرے گی۔ اور اس کے لئے مسلسل جدوجہد کرے گی۔ اور عملاً اس کی برتری کو دنیا پر ثابت کرے گی (نظام نامہ صفحہ ۳۶ تا ۳۷)

(۲) جمعیتہ علمائے اسلام، وحدت دین و سیاست اور کمیون ازم، کپٹل ازم، نیشنل ازم اور کمال ازم خطرات مادہ علمائے کل جمعیتہ ہند علماء اسلام کے ماتحت دین و سیاست اور قانون و اخلاق کی وحدت کی کوشش کرے گی۔ اور تجزیہ دین و سیاست و لغات دین کی جو تحریکات، مادیت پرستی کے مختلف مذاہب کے ذریعہ جاری ہیں، ان کا مقابلہ کرے گی۔

مادیت پرستی، الحاد و اباحت کے قابل ذکر موجودہ مذاہب حسب ذیل ہیں اور ان کے مفاسد و خطرات سے امت انسانیت کو شدت کے ساتھ خبردار کرنا جمعیتہ کا فرض ہے

کمیون ازم (اشتراکیت پرستی) کا نظریہ مادی تغیر حیات اور خود آخرت حیات بعد المات، جزا و نزا، حساب و کتاب، سب کے انکار و مخالفت پر مبنی ہے۔ اور زندہ گی اور زندگی کے تمام مظاہرات کو محض مادی و معاشی

حالات کے رد و بدل کا نتیجہ بتاتی ہے۔ اور انسان کو ایک لادینی لا اخلاقی حیوان مطلق میں تبدیل کر دیتی ہے جس کا سب سے بڑا خدا روتی اور پیٹ ہے

**کمپٹیل ازم** (سرایہ پرستی) یعنی سرایہ داری کا نظام جو تمام تر مسودہ ربوہ، تمام نفع گردی

احتکار، اکتنازہ دولت اور اقتصادیات کے تمام قوانین شریعت و اخلاق سے آزادی مطلق پر مبنی ہے۔ اور جس کے ماتحت آبادی کا بڑا حصہ تلاش و غلام بن جاتا ہے۔ اور چند طبقات کے درمیان دولت و سامان معیشت جمع ہو جاتا ہے۔ نفع اندوزی و جنگ زرگری اس مذہب کے مطابق سب سے بڑا خدا بن جاتا ہے۔ اور خدا کے بندوں کے لئے قومی اسٹیٹ، گورنمنٹ کو آلہ کار کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اور خدا کے بندوں ملکوں اور قوموں کو بطور جاگیر آپس میں بانٹا اور تقسیم کیا جاتا ہے۔ یہ مذہب عالمگیر سرایہ داری، معاشی نیشنل ازم اور امپریل ازم کی صورت میں بھی ظاہر ہوتا ہے۔

**نیشنل ازم** وطن پرستی اور قومیت پرستی کا نظریہ جو مطلق کے نظریہ کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس نظریہ کے مطابق قوم و وطن انسانی اجتماع کا سب سے بہتر و برتر طبقہ اجتماع، اور انسانی عقیدت محبت اور وفاداری کا سب سے بڑا مرکز و محور ہے۔ قوم اور قومی اسٹیٹ تمام قوانین دین و اخلاق سے برتر و غالب ہے۔ قومی حاکمیت (نیشنل سادینٹی) غیر محدود و غیر شرط مطلق ہمہ گیر اور سب پر غالب و حاکم ہے۔ کوئی طاقت اس پر حاکم و غالب ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتی ہے۔ کیونکہ تابعیت حاکمیت کے نظریہ کی مخفی تحدید ہے۔

قوم اور قومی اسٹیٹ کبھی غلطی گمراہی نہیں سکتی ہے کیونکہ وہ روح عالمگیر کی نمایندہ ہے۔ اور خیر کل ہے۔ اس لئے معصوم عن الخطا ہے۔ قومی اسٹیٹ دین و اخلاق کے تابع نہیں ہے بلکہ دین و اخلاق قومی اسٹیٹ کے تابع ہیں کیونکہ اسٹیٹ وہی ہے جو SAVEREIGN سادیرن (مقتدر اعلیٰ) اور حاکم مطلق ہے۔ اور سادیرن وہی ہو سکتا ہے جو سب پر حاکم ہو لیکن خود اس پر کوئی حاکم نہ ہو۔ بنا بریں نظریہ حاکمیت قومی کے مطابق دین و اخلاق بھی قومی حاکمیت کے مخلوق تابع، و محکوم محض ہیں۔ اور نیشنل ازم اور نیشنل سادینٹی کا عقیدہ و مذہب دراصل صنم اکبر کا مذہب باطل اور جدید بت پرستی کی صورت ہے۔ نیشنل ازم دماغی صورت میں نمودار ہوتی ہے۔ لیکن غالب ہو کر بہت جلد امپریل ازم (قیصریت و شہنشاہیت) اور فسطائیت کی صورت و اخلاق اختیار کر لیتی ہے۔ نیشنل ازم زمین پرستی، نسل پرستی، خون پرستی، استخوان پرستی اور خود پرستی کی جدید ترین شکل ہے۔ اور دنیا دیکھ چکی ہے کہ عالمگیر نارنگی اور جنگ و فساد کی یہ بنیادی وجہ ہے۔ کیونکہ دراصل یہ بھی خدا اور خدا کی شریعت کی حاکمیت مطلقہ کے انکار اور اس کی جنگ انسانی گروہوں کی اجتماعی خودی کے استیلاء عام اور غلبہ مطلق کا نام ہے جو انسان کی عبدیت اور خدا کی معبودیت کے بالکل منافی ہے

**کمال ازم** اباحت و لادینیت و لا اخلاقیات کا نظریہ مادیت پرستی کی وہ شکل ہے جو ترکی میں مصطفیٰ کمال پاشا کی قیادت میں نمودار ہوئی ہے اور جو دراصل یورپ کی اندھی تقلید پر مبنی ہے۔ اس مذہب کمالیت کے مطابق دین و مذہب کا انکار کلتی تو

حامی ہے بلکہ قوم، قومی ریاست و حکومت اور تمدن کو لادینی و لادینی بنانے کا داعی ہے۔ یہ عقیدہ عصر حاضر کی سب سے بڑی گمراہی تمدن جدید کا مرض الموت اور موجودہ عالمگیر اختلال و بین الاقوامی انارکی کا بنیادی سبب ہے۔

جمعیت علماء اسلام ساری دنیا کو بالعموم اور ساری اسلامی دنیا کو بالخصوص مادیت پرستی اور الحاد و دہریت کی ان تحریکات کے خطرات و جہلکات سے خبردار کرے گی۔ تو جدید دین و سیاست قانون و اخلاق کی دعوت دے گی۔ اور دنیا کے سامنے اسلام کے نظام عدالت و رہائیت کو پیش کرے گی۔ جو حقیقتاً تقدیر عالم اور تقدیر انسانیت ہے۔ اور جس کے بغیر دنیا امن و سلامتی، فلاح و سعادت سے ہمیشہ محروم رہے گی۔ جمعیت اس دعوت میں علماء حق و فضلاء متقین کی مخلصانہ معاونت حاصل کرے گی۔ (غیمہ ص ۱ تا ص ۱۱)

نہیں کیا گیا لیکن یورپ کے نظریہ قومیت پرستی و نیشنل سادرنی (حاکمیت مطلقہ قومی) کے ماتحت دین و شریعت کو کلیتہاً سلطنت کے تابع محکوم و مغلوب بنا دیا گیا ہے۔ ترکی میں خلافت اسلامی کے نظام کو بالکل منسوخ کر دیا گیا ہے۔ ترکی اسٹیٹ کو ایک قومی حاکم مطلق (سادیٹ) جمہوریہ قرار دیا گیا ہے۔ ریاست کو دین و شریعت سے بالکل آزاد و علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ اور اس کو (LAICISM) دنیا داری کے مذہب کا نام دیا گیا ہے۔ اس نظریہ کمالیت کے مطابق دین و مذہب ایک بالکل پرائیویٹ شخصی و انفرادی معاملہ ہے، جو فرد اور خدا کے درمیان تعلق کا نام ہے۔ مذہب کو سیاست، معیشت اور تمدن کے معاملات میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ کمالیت دراصل موجودہ مادیت پرستی و اباحت و الحاد کی ایک شکل ہے۔ اور اس کا صحیح نام لادینییت و لادینییت ہے کیونکہ یہ نظریہ نہ صرف دین و سیاست کے تجزیہ کا

## آخری پیغام حق !

حضرت مولانا ظہور احمد صاحب بگوی رحمۃ اللہ علیہ کی آخری تقریر جو پہلے شمس الاسلام کے صفحات پر جلوہ گر ہو چکی ہے۔ اور اُمید سے زیادہ مقبول ہو چکی ہے۔ عام افادہ کے لئے کتابی شکل میں بدیع ناظرین کی گئی ہے۔ آخری پیغام حق کے متعلق حضرت مخدوم العالم خواجہ نظام الدین ضامنہ عالمی سجادہ نشین شریف تحریر فرماتے ہیں۔

”حضرت کرم مغفورہ کے آخری کلمات نصائح نہایت ہی گہرے بہا ہیں۔ اور ناظرین کی ہدایت کے لئے مشعل راہ ہیں۔“

قیمت صرف ۱۰ روپے علاوہ معمول ڈاک  
پتہ :- منیجر رسالہ شمس الاسلام۔ جامع مسجد۔ بھیرہ (پنجاب)



## تاریخ و عبر

## "ابوطاہر قراہی"

## اسلام کے ابتدائی دو حیات کا ایک مفید کبیر

(از جناب مولوی حافظ صاحبزادہ محمد ازہر شاہ صاحب کشمیری دیوبند)

و محاسن پر چلنے اور کڑھنے والے کچھ لوگ اور کچھ عہدیں  
داخلی و خارجی دونوں طریقوں اور دونوں رستوں  
سے اس کے مقابلہ و مقابلہ کی تمنائے باطل اور اس سے  
تصادم و مخالفانہ سودائے خام میں مبتلا ہوں اسلام  
کو اپنی زندگی کے یوم اول سے اپنی روحانی برکات و  
فضائل کی اس سرمایہ داری کی بدولت مخالفتوں اور  
عجیب عجیب قتنوں سے دوچار ہونا پڑا ہے کبھی بیگانے  
اس کی بڑھتی ہوئی عزت کے درپے ہوئے اور آستینوں  
میں دشتہ پہناں اور ہاتھ میں خنجر بے نیام لے کر اس  
کی دشمنی پر اڑے کبھی ایسا بھی ہوا کہ خود اپنوں نے  
موافقت و محبت کی شاہراہ سے ہٹا کر مخالفت و منافقت  
کی پگڈنڈیاں جا پکڑیں، گوشہ دل میں رہنے والے  
برا اعتبار سے ہر سر میکاہ و کس ہو گئے اور جلوت و جلوت  
کی ہرجس اور ہرجیم میں شرکت کرنے والے دشمن اور  
عداوت پر اتر آئے اور ایسا ہونا کچھ تعجب خیز بھی نہیں  
کہ اکثر مشاہدہ سے گذرے زندگی میں

پلٹی ہے دشمنی بھی آغوش دوستی میں

لیکن منجانب اللہ یہ اسلام کی خصوصیت اور اس کی  
مداقت و سچائی کی ایک روشن دلیل ہے کہ وہ اس  
قسم کی ساری مخالفت سازشوں اور معاہدہ عیاروں

کسی صاحب نظر کا یہ مقولہ آپ زہر سے لکھنے کے قابل ہے  
کہ چور اور ڈاکو ہمیشہ اس جگہ ڈاکو ڈالتے ہیں جہاں  
مال و دولت کے انبار اور زہر و جواہر کے ڈھیر دفن و  
محفوظ ہوں جیب تراش ہمیشہ اس جیب کی طرف نظر رکھا  
ہے جس میں سینکڑوں اور ہزاروں کے نوٹ تہہ بہ تہہ رکھے  
ہوں۔ مہترن ہمیشہ اس راگیر پر ہاتھ ڈالتا ہے جس کا  
کیسہ زہر و نقد سے لبریز ہے، افلاس زدہ کسی گھر اور  
غریب کی کسی خالی خولی جیب و آئین کو تاکتے رہنے سے  
چوروں کا کیا فائدہ اور بازار و محل سے قطع نظر کر کے  
دیرانوں اور جنگلوں میں تلاش زہر کرنے سے  
ڈاکوؤں کو کیا نفع!

اسلام، روحانی، اخلاقی اور سیاسی دولتوں سے  
مالا مال ایک مذہب حق ہے جس نے گو غربت و کس پرسی  
میں تلمکے کھولی تھی، مگر یہ ہر دفعہ بتانے کی بات نہیں،  
مانی اور جانی ہوئی حقیقت ہے کہ بہت تھوڑی مدت  
میں اسے اس کمرہ ارضی پر ایک فوق العادت اقتدار  
نصیب ہوا اور روحانی و جسمانی ظاہر و باطن ہر قسم  
کی پاکیزگیاں اور سر بندیاں اس کے حصہ میں آئیں پھر  
لازمی تھا کہ اس کے اس اقتدار و اختیار کے کچھ حریف  
اس کے ان برکات و روحانیہ کے دشمن اس کے ان فضائل

کے مقابلہ میں بہت ہی سخت جان واقع ہوا ہے، دشمنوں نے جتنا اسے مٹانے کی کوشش کی یہ اتنا ہی فروغ پذیر ہوا۔ جس قدر اسے دبانے کی سعی ہوئی اتنا ہی ابھرا اور اسے کھٹانے پر جتنی ہمت و محنت صرف کی گئی یہ اتنا ہی پھیلنا بڑھا اور ہر چہاں سمت عالم میں جا پہنچا۔ اس قسم کے جتنے اور خطرے جو اسلام کی راہ عمل میں ایک سنگ سخت بن کر حائل ہوئے ایک سو چھپیس بلکہ سینکڑوں سے متجاوہ ہیں۔ اور الگ الگ ان کی تاریخی داستانیں۔ داستان شب وصال سے کچھ کم لطف افزا نہیں۔ خلافت عباسیہ کے زمانہ میں فرقہ فرائض کی پیدائش و پرورش اور مخالفتوں اور عداوتوں کی بدربیب بدلیاں بن کر اسلام کے تیرے تاباں کو ڈھانپ دینے کے ان کے پیہم ارادوں اور حملوں کی داستان بھی اسی تاریخ کا ایک صفحہ اور حصہ ہے۔ خلافت عباسیہ کے دور میں اسلام میں اندرونی طور پر کافی ضعف و انحلال پیدا ہو چکا تھا۔ اسی ضعف و انحلال سے فائدہ اٹھا کر شکستہ میں خلیفہ متوکل علی اللہ کے زمانہ میں فرقہ فرائض کا ظہور ہوا۔ اس کا بانی نوح کوثر کا رہنے والا تھا۔ اور اس قسم کے کذابین و مفسدین کی طرح اس نے بھی شروع میں نہایت سادہ و صاف قسم کے بعض مذہبی عقائد کی تبلیغ شروع کی۔ جسے ارکان خلافت اور حضرات علمائے کرام نے فروغ کے بعض معمولی مسائل میں سے سمجھ کر درخور التفات نہ سمجھا۔ اور اس شخص کو دل کھول کر اپنے حلقہ اثر کو وسیع کرنے کا موقع ملا۔ فرقہ فرائض کے اس بانی کے مرجع کے بعد اس کا ایک مرید ابو القاسم یحییٰ اس کا جانشین ہوا جس نے مقام اجناہ میں جا کر تمام رعایائے سلطنت کو حکومت و ملت کے خلاف بڑھکانے کی کوشش کی۔ بالآخر ۲۸۶ھ میں

علاقہ فارس کے ایک شخص نے علم بغاوت بلند کر دیا۔ اور ادھر شہنشاہ قسطنطنیہ نے مسلمانوں کی کمزوریوں کو پا کر کیا رہ ہزار فوج سے بغداد پر حملہ کر دیا۔ لیکن مسلمان اس وقت اتنے کمزور نہ تھے کہ انہیں گیارہ ہزار سپاہیوں سے تاب مقاومت حاصل نہ ہوتی۔ انہوں نے لشکر مقابل کا بڑی بہادری اور جانبازی سے مقابلہ کیا۔ اور نتیجہ بادشاہ قسطنطنیہ کو صلح کر کے واپس اپنے ملک جانا پڑا۔ یہ قصہ ابھی ختم ہی ہوا تھا کہ ۲۵۷ھ میں ترکوں نے جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے ماوراءالنہر کے زرخیز علاقہ پر اپنا اثر و تسلط جانا شروع کر دیا۔ لیکن اس وقت بھی خدا کی رحمت اُسے آئی اور کسی نہ کسی طرح ترکوں کی اس یلغار کو بھی روکا گیا۔ اس کے بعد فوراً تیسری مصیبت یہ آئی کہ ابوالقاسم یحییٰ کا چھوٹا بھائی ابوطاہر قرظمی ایک لشکرِ جزائر لے کر مکہ معظمہ پر حملہ آور ہوا۔ اور اس نے انتہائی سنگدلی کے ساتھ تقریباً ۷۰۰۰ ہزار حجاج کو بالکل بے گناہ و بے قصور نہ تیغ کر ڈالا۔

### ابوطاہر کی سفاکی و سنگدلی

اس کم بخت نے صرف اپنی معصوم حجاج ہی کے قتل و غارتگری ہی پر بس نہیں کی بلکہ خاص حرم شریف میں ۳۰۰ ہزار مسلمانوں کو شہید کر کے صرف ان کے سروں سے مقدس چادر مزرم اور مکہ معظمہ کے غاروں کو پھونکا دیا۔ اور ہزاروں شہداء کی ان بے گور و کفن لاشوں پر گھوڑے دھڑا کر ان کے ہر حصہ جسم کا یہ یزیدہ یزیدہ کر ڈالا پھر اس کی شقاوت قلبی نے ایک قدم اور آگے بڑھایا۔ اور چاہا کہ زمانہ اسلام سے ذرا ہی پہلے ابرہہ نے حبش سے آکر حرم پاک کی اہانت و بے عزتی کا جو اقدام کیا

نے جب ان تمام مظالم اور خباثتوں سے جی بھر لیا تو عبداللہ المہدی کو ایک خط لکھا جس کے ذریعہ اس سے اپنے ان افعال قبیحہ کی مدح و ثنا چاہی گئی تھی۔ درحقیقت یہ ایک غالی شیعہ تھا اور اپنی حماقت سے ہر ایک کو اپنی ہی طرح کا آدمی سمجھتا تھا مگر عبداللہ نے اسے مایوس کن جواب دیا اور لکھا کہ

اے احمق! تو نے خانہ کعبہ کی جو زمانہ جاہلیت میں بھی معظّم و مکرم تھا بے حرمتی کی ہزاروں نیکیوں کا خون کیا۔ اور حجر اسود کو اکھاڑ کر اپنے ہاں لگایا پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ تو نے حج کو حکماً روک دیا اور اپنے یہاں حج کے لئے باقاعدہ تحریک و توجیز کی۔ احمق اب ان سفیہات اور سفاکانہ حرکات کے بعد بھی شرمندہ نہیں ہوتا بلکہ مجھ سے مدح و تعریف کا خواہاں اور امداد کا طالب ہے۔ اللہ مجھے غارت کرے۔ اور میرے وجود کی نجاست سے دامن بستی کو پاک فرمائے۔

اسکے مذہب کے اجزائے ترکیبی اور اس کا انجام

اسی طرح کے اس نے اور بھی بعض رؤسا اور سلاطین کے پاس خطوط لکھے لیکن سوائے چند کے کسی نے اسے امیر فرا جواب نہیں دیا۔ اور ہر طرف سے مایوسی ہوئی۔ اس کا عقیدہ تھا کہ اگر صبح سویرے دو رکعت نماز پڑھ لی جائے تو دن رات کے لئے کافی و شافی ہے۔ جنابت کے لئے غسل کی ضرورت نہیں کیونکہ جنابت سے سارے بدن پر نجاست نہیں لگ جاتی ہے۔ وہ بنید کو حرام اور شراب کو حلال جانتا تھا۔ اور اس قسم کے عقائد باطلہ کی تبلیغ میں دن رات مصروف رہتا تھا جس سے ہزاروں بندگان

تھا اور دالبتگان حرم پر قسم قسم کی پابندیوں اور دادرگیر کا جو سلسلہ جاری ہوا تھا اس کی یاد پھر تازہ کی جائے۔ چنانچہ کعبہ مشرف کا دروازہ کھول کر وہ اس کی چھت پر جا کھڑا ہوا۔ اور پکار پکار کر کہنے لگا کہ اے احمق! اور اے گدھو! تم جو کہتے تھے کہ کعبہ جائے امن اور حصہ عافیت ہے۔ بتاؤ کہ آج میرے سامنے اس کی کیا حقیقت ہے۔ اور اینٹ کار سے کسے جس ایک معمولی مکان کو تم نے بیت اللہ قرار دے کر صدیوں سے اس کی عزت و عظمت کا جھنڈا مانتا زمین اور وسط ارضی پر نصب کر رکھا تھا۔ جواب دو کہ آج اس کی عظمت کہاں گئی؟ اس بیت اللہ کا مالک کیا ہوا۔ اور اس وادی خلیل کی برکات کدھر جا چھپیں؟

ابو طاہر نے اپنے لشکر کو کعبہ کی سنہری مینار اب اکھاڑ پھینکنے کا حکم دیا جس پر تعمیل حکم کے لئے جو شخص آگے بڑھا۔ یکایک ایک بھاری پتھر اس کے سر پر آ کر لگا اس کا کاسہ سر جو رہ چوہ ہو کر رہ گیا اور دھڑام سے وہ زمین پر آ کر گرا۔ ابو طاہر نے ساری لچھے اس کو حجر اسود کو اس کی جگہ سے اکھاڑ پھینکا۔ قبۂ زمزم کو گرا دیا۔ اور عام حکم دیا کہ تمام مسلمان بجائے کعبہ کے اس کے مستقر خاص جو ان میں حج کرنے آیا کریں اس غرض سے اس نے حجر اسود کو جعران میں منتقل کیا کہ لوگ مجبوراً حج کے لئے جعران کا رخ کریں گے لیکن کامل ۳۲ سال بعد کعبہ میں اسے حجر اسود کو پھر واپس کعبہ بھیجنا پڑا کہ مخلوق الہی اس ترکیب سے بھی کعبہ سے بے توجہ اور جعران کی مہفت نہ ہوئی۔

اس زمانہ میں عبداللہ المہدی سلطنت فاطمیہ حکمران تھا۔ اور یہ دور اس کی حکومت کا دور شباب تھا اس احمق

ترہیں دہوس اس کے ساتھ آگے تھے۔ اور ایک کثیر جمعیت عقیدہ و عمل کی شدید ہولناکیوں میں مبتلا ہو کر زمین دنیا کے خارہ عظیم کی قندار بن گئی تھی۔ اس کا مذہب ۱۷۰۰ سے ۱۸۰۰ تک گویا پوری ایک صدی قائم رہا۔ لیکن آخر میں اصل ملعون کے خاتمہ کے ساتھ ہی اس کا یہ باطل مذہب اور اس کے جاہل متبعین کا گردہ ہمیشہ کے لئے موت کی نیند سو گیا۔ اس کی موت کا بھی عجیب دردناک قعدہ ہے۔ جو عبرت پذیر طبعیتوں کے لئے خدا کی عظمت و جلالت کی ایک کھلی ہوئی آیت اور قدرت کبریائی کا ایک واضح نشان ہے۔ ایک روز اپنے مکان میں ٹہل رہا تھا کہ اسے ٹھوکر لگ گئی۔ اور بدن پر معمولی سی خراش آگئی تین ہی دن کے تحلیل و قعد میں اس معمولی خراش نے یہ اثر دکھایا کہ اس کا سارا بدن پک گیا اور اس میں بڑے بڑے کیرے پڑ گئے جس کی بے چینی اور کرب سے مایہ بے آب اور مرغ نیم بسمل کی طرح تڑپا کیا۔ کھانا پینا بند ہو گیا۔ جب کھانے پینے کا ارادہ کرتا تھا۔ تو منہ خون اور پیپ سے بھر جاتا تھا۔ اس قدر تکلیف تھی کہ دو روز تک اس کی بیضیں جاتی تھیں اور ہمتوں قلیلاتہم مضطربہم الیٰ عذاب الیمہ (القرآن) ہم نے ان کو (جو کفر اختیار کرتے ہیں) تھوڑا مال و اسباب دیتے ہیں۔ اور پھر ایک دردناک عذاب کی طرف انہیں پھینک دیں گے۔

کا اعلان کرتی تھیں یہ بھیانک اور خوفناک منظر کئی دن تک جاری رہا۔ اور بالآخر ملعون نے تڑپ تڑپ اور ہلک ہلک کر جان دے دی۔ اور جس نفس مشکبر نے حرم پاک کی توہین و تحقیر کا ارادہ کیا تھا۔ اور ہزاروں بیگناہ مسلمانوں کا خون بہا کر بھی جسے تسکین نہیں ہوئی تھی وہ خود قدرت کے تیغ انتقام سے کشتہ و خستہ ہو کر کتوں اور

بلیوں کی سی ذلیل موت مرا، اس کے مرنے کے بعد اگرچہ اس کے بے شمار مرید اور فداکار تھے لیکن تقریباً تین دن تک کسی نے اس کی لاش نہ چھوئی۔ اور اس کے ہزاروں ہوا خواہوں میں سے کسی کو بھی اس کی صورت دیکھنی گوارا نہ ہوئی۔ آخر امر حکومت نے اس کے سڑے گلے ہوئے جسم کو جو الگ الگ ٹکڑوں میں بٹ گیا تھا۔ اٹھا کر ایک گڑھے میں ڈلوا دیا تھا۔

یہ عبرت انگیز واقعہ کچھ کم بصیرت افروز نہ تھا۔ بے شمار خلقت صرف اس کی موت کی ان درد انگیزیوں کو دیکھ کر راہ راست پر آگئی۔ اور اپنے عقائد باطلہ اور ظنون و اہیہ سے توبہ کر کے پھر سے مشرف بہ اسلام ہوئی۔ اور چند ہی عیسے میں اس کے سارے فرتے اور ساری جماعت کا خاتمہ ہو گیا۔ اور اسلام اور شعائر اسلام پر مطلق کوئی آنچ نہ آئی۔

## شمس الاسلام میں شذرات کا مستقل سلسلہ

حضرت علامۃ العصر مولانا محمد انور شاہ صاحب محدث کشمیری قدس سرہ کے صاحبزادہ جناب مولوی حافظ محمد انور شاہ صاحب قیصر نے ہماری درخواست شمس الاسلام کی مستقل قلمی اعانت کا وعدہ فرمایا ہے۔ آپ کا ایک مضمون زیر مطالعہ رسالہ میں شائع ہو رہا ہے شذرات کی پہلی قسط ایسے وقت موصول ہوئی کہ رسالہ کی تمام کاپیاں لکھی جا چکی تھیں۔ انشاء اللہ آئندہ اشاعت سے یہ سلسلہ شروع کیا جائے گا۔

(ادارہ)

## تذکرۃ الصالحین

## مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

نے کہا کہ وہ اس صورت میں آزاد ہوں گے۔ اگر ان کی شرائط منظور کی جائیں۔ چنانچہ جہانگیر نے ان کے تمام مطالبات بھی منظور کئے اور آزاد بھی کیا مطالبات یہ تھے کہ دوبار شاہی میں کوئی مشرک نہ رسوم ادا نہ کی جائیں۔ اور دوبار خاص سے غیر شرعی قانون نافذ نہ ہو۔ اللہ اللہ کیا روحانی طاقت تھی کہ وہ آزاد بھی ہوتے ہیں تو اپنے مطالبات منوا کر اس شیر حریت نے ہندوستان کے گوشے گوشے میں جرات اسلامی کی روح دوڑا دی۔ اور آپ نے رسول اللہ کے اسوہ حسنہ کو اس طرح زندہ کیا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہلی صدی کا زمانہ پھر ہندوستان میں عود کر آیا ہے۔

## حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ریل شاہد

خدا کو خدا جاننا یہ ہے کہ شرک نہ کرے اور رسول کو رسول سمجھنا یہ ہے کہ اس کے سوا کسی کی پیروی نہ کرے نفس پر شریعت کی پابندی سے زیادہ کوئی چیز شواہد نہیں ہے۔

سماع و رقص کو پسند کرنا درکنہ ہم ذکر جہر کی طرف بھی توجہ نہیں کرتے۔

صغیرہ کا اصرار کبیرہ تک اور کبیرہ کا اصرار کفر تک پہنچتا ہے۔

خدا کے کرم پر مغرور ہونا اور عفو کی امید پر گناہ

اسلام کی آفرینش سے ہزار سال بعد ہندوستان نے ایک ایسا انسان پیدا کیا جو دنیا بھر کے انسانوں میں ممتاز حیثیت رکھتا تھا۔ اس شخص نے حریت اور روحانی قوت کا ایک ایسا نمونہ دکایا کہ چارہ دانگ عالم میں اک تھر تھری سی پیدا ہو گئی۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ سرزمین ہند میں ایک مرد مجاہد پیدا ہو گیا ہے جو انسان اور خدا کے درمیان ساری فرتیں ایک ہی جست میں طے کر چکا ہے۔ جو گوشے گوشے کو اپنی روحانیت سے معمور کر رہا ہے۔ یہ چشمہ فیض حضرت مجدد الف ثانی تھے جو شہنشاہ جہانگیر کے عہد میں اپنے کمالات بانی کا مظاہرہ کر رہے تھے سرزمین ہند پر دو شہنشاہ جہانگیر کے عہد میں اپنے کمالات بانی کا مظاہرہ کر رہے تھے سرزمین ہند پر دو شہنشاہ تھے۔ مادی دنیا کی باگ ڈور جہانگیر کے ہاتھ میں تھی۔ اور روحانی دنیا کے چاروں پہلوؤں پر مجدد الف ثانی حکمران تھے جو ہر کس و نا کس کے دل کو مسخر کر چکے تھے۔ دونوں شہنشاہوں میں ٹکر ہوئی۔ جہانگیر کے دوبار عدل و انصاف میں حضرت مجدد ثانی حاضر ہوئے تو آپ نے شاہی آداب کے خلاف سر پھکانے سے انکار کر دیا۔ جہانگیر روحانی قوتوں سے بیخبر تھا۔ مادی اور دنیاوی جاہ و جلال کے نشے میں مست ہو کر وہ غضب آلود ہو گیا۔ اور حضرت مجدد الف ثانی کو قید خانے میں ڈال دیا گیا لیکن روح اور فقر کے شہنشاہ کو گرفتاریوں کو کیا جاسکتا ہے۔ جہانگیر نے اپنی غلطی کو محسوس کیا اور انہیں آزاد کر دیا گیا۔ لیکن حضرت مجدد

کر ناشیطان کا فریب ہے۔ اپنے لئے خاموشی سرمایہ بنا۔  
 دولت مندوں کی صحبت نہ رہتا قاتل اور ان کے چرب لقمے  
 دل کو سیاہ کرتے والے ہیں۔ خلاف شریعت ریاضتیں اور مجاہدات خسارہ ہی  
 خسارہ ہیں۔ ترک دنیا سے مراد اس میں رغبت کا ترک کرنا ہے۔  
 شیعہ دنیاوی موت کا موجب ہے اور صحبت امراء  
 آخرت کی موت کا۔ کہ نہ کسی چیز کے آنے کی خوشی ہو اور نہ جانے کا غم۔  
 جو ضرورت گناہ پر مجبور کرے شرعاً مردود ہے۔  
 اس غرض کو مٹا دینا جو کفار سے وابستہ ہو کمال  
 جس نے دولت مندوں کی تواضع اُن کی دولت کے  
 سبب سے کی اس نے دو حصہ دین برباد کر ڈالا۔  
 ہر عمل جو موافق شریعت ہے ذکر میں داخل ہے  
 اگرچہ خرید و فروخت ہو۔ ایمان ہے۔  
 اس اجتماع سے الگ رہ جو تفرقہ کا باعث ہو۔ کسی فقیہ نے کسی زمانہ میں ہمارے دھن کے جواز کا فتویٰ  
 شعر خوانی اور قصہ گوئی بد بختوں کے نصیب کر اور نہیں دیا ہے۔ جو اس کو چھوڑے تبتلائے ہرگز اس کا اعتبار نہ کرو۔

**جام حیات** موجودہ دورِ حوادث میں جبکہ سیاسی کشمکشوں اور عام مسلمانوں کی مذہبی عقائد و اعمال سے بے  
 اعتنائی اور فرق باطلہ مثلاً، وافض و معزذ کی تحریکیں کوششوں کی وجہ سے مسلمانوں کا  
 درد مند مذہبی طبقہ سخت پریشانی میں مبتلا ہے۔ اور اس پریشانی کا باعث زیادہ تر معمولی نزاعی مسائل بھی ہیں جو قطعی  
 طور پر مذہب اہل سنت والجماعت کے لئے تشدد و اختراق اور بغض و نفاق پیدا کر رہے ہیں۔ بنا بریں اصلاح  
 مابین الفرقین کے پاک ارادہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضرت مولانا طہور احمد صاحب بکوی رحمۃ اللہ علیہ امیر  
 حزب الانصار کی قلبی تمنائی کہ حیات مابعد موت کے جملہ مسائل قرآن کریم اور حدیث نبوی علیہ التیمۃ والسلام  
 کی روشنی میں ایک جامع اور دل آزاں طرز تحریر سے مبرا کتاب تحریر کروائی جائے جو کہ ہر دو فرقین کے لئے  
 مشعل ہدایت ثابت ہو چنانچہ حضرت مولانا مرحوم نے کتاب جامع حیات مولانا محمد حسین صاحب شوق سابق  
 صدر المدین دارالعلوم عزیز پور سے اپنی زیر نگرانی تحریر کروائی۔ لیکن کاغذ کی گرانی اور طباعت کی مشکلات  
 کے باعث صفحہ شہود پر جلوہ گر نہ ہو سکی۔ چنانچہ شعبہ تصنیف و تالیف نے اس قحط کے زمانہ میں حضرت امیر مرحوم  
 کی اس آرزو کو عملی جامہ پہنا کر اجاب کی خدمت میں پیش کیا ہے کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ جلد ۱ جلد  
 دیکھنے کی کوشش فرمائیں۔

قیمت صرف ۹ علاوہ محصول ڈاک

پتہ:- مینجر رسالہ شمس الاسلام جامع مسجد بھیرہ ضلع شاہ پور

# تبلیغی کتابیں

جس میں مدح صحابہ و تبرہ پر قرآن مجید اعاذت نبویؐ اقوال  
ائمہ سادات اصفویائے کرام کے ارشادات اور عقلی و نقلی ہدایں  
سے مکمل روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور اسلامی جبرائے داکا بر ملک  
کے افکارہ و آراء کے اقتباسات کے علاوہ سینہ صدالہ  
اسلامی تاریخ میں سے تبرہ بازی کے ہونا ک نتائج بیان کئے  
گئے ہیں۔ حجم ۱۲۲ صفحہ قیمت ۸۰/- محصول ڈاک ۱۰/-  
صرف چند نسخے باقی رہ گئے ہیں۔

مولف مولانا حکیم حافظ عبد الرسول  
تألیف و تفسیر صاحب کلمہ دی اس کتاب میں لکھے  
قادیانی کے ان اعتراضات کا مدلل جواب دیا گیا ہے جو اس  
نے صوفیائے کرام پر کئے تھے قیمت صرف ۴۰ علاوہ محصولہ کی  
اجتناب الحنفیہ اس رسالہ میں صد علماء اسلام کے  
دلائل واضحہ اور ہر ایسے قاطع سے فرقہ وادانہ رافضیہ  
کا ارتداد اور رافضیہ دمر والی سے سنی عورت کا نکاح  
نا جائز ثابت کیا گیا ہے حجم ۱۰۰ صفحہ قیمت ۴۰

قائدانِ حسینؑ اس میں نہایت محققانہ طریقہ سے  
حضراتِ شیعہ کی معتبر کتابوں کی مستند  
ہدایات سے ثابت کیا گیا ہے کہ رسول خدا کے نواسے اور  
حضرت علیؑ کے تحت جگر سیدنا حضرت حسینؑ کو کہ بلا میں بلا کر  
طرح طرح کے مظالم میں مبتلا اور نہایت بے رحمی سے  
شہید کرنے والے شیعہ ادیبو شیوا یان مذہبِ شیعہ تھے اس  
کتاب کو ضرور دیکھئے تاکہ شیعوں کی شیعیت کی حقیقت  
کھل جائے صفحات ۹۶ کتابت و لغریب۔ طباعت و پرنٹ

کشف التلبیس { مصنف مولانا سید ولایت حسین شاہ  
صاحب دیوبند۔ یہ کتاب شیعوں کے مشہور  
رسالہ "نور ایمان" کے جواب میں لکھی گئی ہے شیعوں کا یہ رسالہ  
لاکھوں کی تعداد میں طبع ہو کر ہزار ہا سنی نوجوانوں کی گمراہی  
کا باعث بن چکا ہے شیعہ رسالوں کی طرف سے سنیوں میں  
مفت تقسیم ہوتا رہتا ہے شیعوں کی اس ظلمت کفر کا عقلی  
و نقلی دلائل سے جہذب پیرایہ میں مبلغ رسالہ اس کتاب میں  
موجود ہے شیعوں کے تمام مطاعن و اعتراضات کے جوابات  
دیئے گئے ہیں قیمت حصہ اول ۴ روپے ۸ سو ۴ روپے  
طلب کرنے پر ہر عدد محصول اک علاوہ۔

برق آسمانی جس میں مرزائے قادیان کے اپنے قلم سے  
اس کے اپنے سوا رخ عقائد و عبادات و  
معاملات و کارنامے تفصیل کے ساتھ درج کئے گئے ہیں  
علامہ دائرہ خلیفہ نور الدین و مرزا محمود کے سوا رخ حیات اور  
ان کے عقائد و غیرہ بیان کرنے کے بعد حیات مسیح کے مسئلہ  
پر عقلی و نقلی دلائل جمع کئے گئے ہیں۔ اس کتاب نے مرزائیوں  
کا ناطقہ بند کر دیا ہے۔ قیمت ۸

جمہوریہ شمس الاسلام کا شیعہ نہیں المصروف  
**صور اسرافیل** جو اگست سنہ میں شائع ہو کر خراج تحسین  
 یہ ہے کہ شیعہ صاحبان کے حق میں کہیں سخت الفاظ استعمال  
 نہیں کئے گئے۔ مختلف ذرائع کو ناگوں حوالوں اور ان کی  
 مستند کتابوں اور غیر مسلم مصنفین کی تحریروں سے ناقابل  
 تردید مختصر اور جامع الفاظ میں نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اور

کا غنیمت قیمت دس آنہ۔ علاوہ محصول ڈاک۔

**تحفہ مرزا نایب** { یعنی جریدہ شمس الاسلام کے ستمبر ۱۹۳۲ء کا پیش  
جو قادیان نمبر کے نام سے موسوم ہوا تھا اس  
میں نہایت عمدہ مضامین قادیانیوں کے رد میں درج ہوئے  
ہیں قیمت ۴۰

**حقیقت شیعہ** { مؤلف پیر قطبی شاہ صاحب مذہب شیعہ کے  
سربستہ رازوں کا انکشاف فی سیدکرطہ  
پانچ روپے فی نسخہ۔

**ہدایات القرآن** { عیسائیوں کے مشہور رسالہ حقائق  
ذریعہ مرزائیوں کے مغالطات بھی دور ہو سکتے ہیں عیسائی  
لاکھوں کی تعداد میں حقائق قرآن کو ہر سال مفت تقسیم کرتے  
ہیں۔ لہذا ہدایات القرآن کی وسیع اشاعت نہایت ضروری  
ہے فی نسخہ۔

**کتاب تحقیق المرام فی منع القراءۃ** { تصنیف لطیف حضرت  
خلف الامام { غلام رسول صاحب

قاضی امرتسر رحمۃ اللہ علیہ اس میں حضرت مصنف مرحوم نے  
حنفی مذہب کی تائید کرتے ہوئے امام کے پیچھے سو برفاقہ  
نیڑھنے پر قوی دلائل پیش کئے ہیں قیمت ۸۰ علاوہ محصول

**رسالہ خیر جاری در رد** { تصنیف پیرزادہ مولانا  
محمد بہاء الحق صاحب  
**مذہب خاکساری** { قاضی امرت سری  
قیمت ایک آنہ

**اسلامی جہاد** { اولینڈی کیمپ میں فوج محمدی کے  
۱۹۳۹ء میں انصار سپاہیوں سے آلامبر الصوت پر خطاب  
جس میں اسلامی جہاد کی حقیقت اور فوج محمدی کے  
لضب الاعین کو واضح کیا گیا ہے اور عہد حاضر کی بعض  
ملحدانہ عسکری تنظیموں پر بے لاگ تبصرہ کیا گیا ہے۔ ۱۰ آنہ  
حضرت مولانا ظہور احمد صاحب بکوی امیر مجلس مرکزیہ  
حزب الانصار بھیرہ قیمت ۸۰ علاوہ محصول ڈاک۔

**ضرب کاری بر مذہب خاکساری** { محمد بنیاب  
مشرقی کے عقائد و اس کی تحریک خاکساری کے متعلق علماء  
مصر و بیت المقدس و ترکی و مکہ معظمہ کے حنفی شافعی مالکی  
اور حنبلی علمائے کرام کے فتاویٰ کا مجموعہ قیمت فی نسخہ  
۸۰ محصول علاوہ۔

**خاکساری فتنہ** { خاکساری لعنت کے خلاف یہ پہلی  
کتاب ہے جس نے ہندوستان کے  
علماء کرام کو بیدار کیا جس کو پڑھ کر مسلمانوں کا ایمان شرفی  
لحد کی دستبرد سے محفوظ ہوا اور جس کو دیکھ کر خاکساروں کی  
جماعت کثیر نے خاکساریت سے توبہ کر لی۔ اس کتاب کی  
مقبولیت عامہ کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ  
تین سال کے عرصہ میں چار دفعہ ہزاروں کی تعداد میں چھپی  
۱۰ مولانا پیرزادہ محمد بہاء الحق قاضی قیمت فی نسخہ ۴۰  
محصول ڈاک ۱۰

منظوم قوم تصنیف مولوی محمد بخش صاحب مسلم بی۔ اے قیمت ۴۰  
لئے کا پتہ

مینجر جریدہ شمس الاسلام بھیرہ (پنجاب)